

اصول عقائد

افادات

مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ
متکلم اسلام

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا پاکستان

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

﴿وَالْعَصْرُ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَّصُوا بِالحَقِّ وَتَوَّصُوا بِالصَّبْرِ ۝﴾

ترجمہ: زمانے کی قسم بے شک وہی انسان کامیاب ہے جس کا عقیدہ درست ہو، عمل سنت کے مطابق ہو، صحیح عقیدہ اور سنت عمل کی تبلیغ و اشاعت بھی کرتا ہو اور اگر اس تبلیغ و اشاعت پر مصائب و پریشانیاں آئیں تو ان پر صبر بھی کرتا ہو۔

شریعت کے اجزاء:

اگر شریعت کے اجزاء کی تفصیلی تقسیم بیان کی جائے تو شریعت کے اجزاء پانچ ہیں:

1: اعتقادات

2: عبادات

3: اخلاقیات

4: معاشرات

5: معاملات

اگر درمیانی تقسیم کی جائے تو اجزاء تین ہیں:

1: اعتقادات

2: عبادات

3: اخلاقیات۔

اور اگر بالکل اختصار کیا جائے تو شریعت کے بنیادی جزء دو بنتے ہیں:

1: عقائد۔

2: اعمال۔

عقیدہ کا لغوی معنی:

1: مَا عَقَدَ عَلَيْهِ الْقَلْبُ وَالضَّبِيرُ۔

المختصر مادہ عق د

ترجمہ: انسان اپنے دل و ضمیر کو جس کا پابند بنائے اسے عقیدہ کہتے ہیں۔

2: مَا تَدَّيَّنَ بِهِ الْإِنْسَانُ وَاعْتَقَدَهُ

المختصر مادہ عق د

ترجمہ: جس کو انسان اپنا دین بنائے اور اس کا اعتقاد رکھے اسے عقیدہ کہتے ہیں۔

عقیدہ کا اصطلاحی معنی:

ہی الأمور التي يجب أن يُصَدِّقَ بها القلبُ، وتطمئنَّ إليها النفسُ حتى تكونَ يقيناً ثابتاً لا يُمازِجُها ريبٌ، ولا يُخالِطُها شكٌ

الوجيز في عقيدة السلف الصالح لعبد الله بن عبد الحميد الأثرى ص 13

ترجمہ: عقیدہ ان چیزوں کا نام ہے جن کی دل سے تصدیق و اطمینان ضروری ہے اور ان کے بارے میں ایسے یقین کا حصول ضروری ہے جس میں شک و شبہ کی آمیزش نہ ہو۔

عمل:

عمل سے مراد عبادات ہیں۔

عبادت کا لغوی معنی:

محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الرازی رحمہ اللہ ت 660ھ لکھتے ہیں:
الْعِبَادَةُ الطَّاعَةُ

مختار الصحاح باب العین

ترجمہ: عبادت کا معنی اطاعت کرنا ہے۔

عبادت کا اصطلاحی معنی:

امام علی بن محمد بن علی المعروف میر سید شریف جرجانی رحمہ اللہ ت 816ھ لکھتے ہیں:
فِعْلُ الْمُكَلَّفِ عَلَى خِلَافِ هَوَى نَفْسِهِ تَعْظِيمًا لِلرَّبِّ

کتاب التعریفات باب العین

ترجمہ: عبادت کا معنی ہے مکلف آدمی کا اپنی رب کی تعظیم کی وجہ سے خواہشات کی مخالفت کرنا۔

عقیدہ اور عمل میں فرق:

فرق نمبر ۱: عقیدہ اصل ہے اور عمل فرع ہے، جو فرق اصل اور فرع میں ہے وہی فرق عقیدہ اور عمل میں ہے۔

توضیح:

عقیدہ کی مثال عدد کی ہے جو اصل ہے اور عمل کی مثال صفر کی ہے جو کہ فرع ہے۔ اور عدد اور صفر میں چند فرق ہیں۔

۱: عدد صفر کے بغیر ایک بھی ہو تو قیمت ہے اور صفریں عدد کے بغیر ہوں تو قیمت کچھ بھی نہیں۔ عقیدہ عمل کے بغیر بھی قیمتی ہے اور عمل بغیر عقیدہ کے بے قیمت ہے۔

۲: ایک عدد کے ساتھ ایک صفر لگاؤ تو 10، دو صفریں لگاؤ تو 100 بنتے ہیں۔ صفر کے آنے سے عدد کی قیمت بڑھ گئی۔ ایک صفر کے ساتھ ایک عدد لگاؤ تو دس، دو صفروں کے ساتھ ایک عدد لگاؤ تو سو بنتا ہے۔ عدد کے آنے سے صفر کی قیمت بن گئی۔ تو عقیدہ آنے سے عمل کی قیمت بنتی ہے اور عمل آنے سے عقیدہ کی قیمت بڑھتی ہے۔

۳: صفر کو دائیں کی بجائے عدد کے بائیں جانب لگائیں تو قیمت نہیں بڑھتی، اسی طرح عمل کی قیمت بھی اس وقت ہوتی ہے جب اپنے مقام پر ہو، اگر مقام بدل جائے تو عمل بے قیمت ہو جاتا ہے۔

مثال: دعاء اگر نماز جنازہ کے فوراً بعد مانگیں تو بے قیمت یعنی غیر مقبول ہے اور اگر دفن کے بعد قبر پر مانگیں تو قیمتی یعنی مقبول ہے، کیونکہ اپنے مقام پر ہے۔
۴: صفر دائیں جانب ایک ہو تو پھر بھی قیمت ہے اور اگر بائیں جانب بہت زیادہ ہوں تو کچھ فرق نہیں بلکہ جتنی صفریں بڑھتی جائیں گی اتنا نقصان ہوتا جائے گا وقت کا ضیاع ہے سیاہی کا ضیاع ہے کاغذ کا ضیاع ہے بالکل اسی طرح عمل اپنے مقام پر تھوڑا ہو تو بھی قیمتی یعنی مفید ہو گا اور اگر اپنے مقام پر نہ ہو تو جتنا بھی زیادہ ہو بے قیمت یعنی بے فائدہ، مفید ہونے کی بجائے مضر اور نقصان دہ ہو گا سنت تھوڑی بھی ہو تو مفید ہے بدعات جتنی زیادہ ہوں اتنا نقصان ہے۔

مثال: سورج نکلنے کے پندرہ منٹ بعد اگر آپ دو رکعت پڑھیں گے اشراق ہوگی سنت ہے بہت اجر ہے اور اگر سورج نکلنے کے فوراً بعد دس رکعت پڑھیں

گے اگر آپ اسے سنت سمجھ کر پڑھیں گے تو یہ بدعت بھی ہو گا اور گناہ بھی بہت زیادہ ہو گا۔

فرق نمبر ۲: عقیدہ کا محل ”دل“ اور اعمال کا محل ”بدن“ ہے، جو فرق دل اور بدن میں ہے وہی عقیدہ اور عمل میں ہے اور یہ دو فرق ہیں:

۱: جو چیز جتنی قیمتی ہو اس کے رکھنے کا محل بھی اتنا محفوظ ہوتا ہے اور جو اس سے نسبتاً کم ہو اس کے رکھنے کا محل بھی نسبتاً کم محفوظ ہوتا ہے۔

مثال: سبزی آلو، پیاز وغیرہ یہ قیمت میں کم ہیں تو باہر پڑے ہوتے ہیں۔ کپڑا، جو تا قیمت میں زیادہ ہے تو اندر ہوتا ہے۔ سونا، جواہرات اور زیادہ قیمتی ہوتا ہے تو اسے لاک میں رکھ کر باہر گاڑ کھڑا کیا جاتا ہے۔

عقیدہ چونکہ زیادہ قیمتی تھا اس کا محل دل کو بنایا، عمل نسبتاً کم قیمتی تھا اس کا محل اعضاء بدن کو بنایا۔

۲: اعضاء جسم میں سے بعض کٹ جائیں تو بندہ زندہ رہتا ہے اور قلب کے بعض اجزاء کٹ جائیں تو بندہ مر جاتا ہے، اسی طرح اگر کچھ اعمال چھوٹ جائیں تو بندہ مومن ہی رہتا ہے اگرچہ فاسق ہے، لیکن اگر ضروریات دین میں سے کوئی ایک عقیدہ چھوٹ جائے تو بندہ ایمان سے نکل کر کفر میں چلا جاتا ہے اور اگر ضروریات اہل سنت میں سے کوئی ایک عقیدہ بھی چھوٹ جائے تو بندہ اہل سنت والجماعت سے نکل کر اہل بدعت میں شامل ہو جاتا ہے۔

مثال: ایک بندہ سارے عقائد مانتا ہے لیکن توحید نہیں مانتا تو کافر ہے۔ ایک بندہ سارے عقائد کو مانتا ہے لیکن ختم نبوت کو نہیں مانتا تو کافر ہے۔ اور اگر ایک بندہ تمام عقائد مانتا ہے لیکن کسی عمل نماز وغیرہ کو چھوڑ دیتا ہے تو فاسق ہے۔

عقیدہ کی اہمیت:

اعتقاد اصل ہے، عمل فرع ہے۔ صحیح اعتقاد کے بغیر آخرت کے عذاب سے نجات ممکن نہیں جبکہ عمل صالح کے بغیر نجات کی امید ہے، البتہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سپرد ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہیں تو اپنی رحمت سے معاف فرمادیں اور چاہیں تو قانونِ عدل سے سزا دیں۔ عقیدہ ایک بھی خراب ہو تو اسلام کی ساری عمارت خراب ہو جاتی ہے۔

إِنَّ الْعَقَائِدَ كُلَّهَا أَسْ لِّلْإِسْلَامِ الْفَنَى

إِنْ ضَاعَ أَمْرٌ وَاحِدٌ مِّنْ بَيْنِهِمْ فَقَدْ غَوَى

ترجمہ: ”تمام عقائد انسان کے اسلام کی بنیاد ہیں، اگر ان میں سے ایک چیز بھی ضائع ہو جائے تو انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔“

خُشْتِ اَوَّلِ چوں نہد معمار کج

تا ثریا می رود دیوار کج

ترجمہ: ”اگر معمار پہلی اینٹ کو ٹیڑھا رکھے تو دیوار ثریا ستارے تک ٹیڑھی جاتی ہے۔“

معرفت عقیدہ کی اہمیت:

عقائد؛ دین کی بنیاد ہیں۔ انہی پر اسلام کی عمارت کا دارومدار ہے۔ اگر بنیاد موجود نہ ہو تو عمارت کا وجود ممکن نہیں۔ اسی طرح اگر عقائد موجود نہ ہوں تو اسلام کی عمارت بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ لہذا عقائد کو اہمیت کے ساتھ سیکھنا ہر شخص پر لازم ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ ت 150ھ فرماتے ہیں:

وَإِذَا أَشْكَلَ عَلَى الْإِنْسَانِ شَيْءٌ مِنْ دَفَائِقِ عِلْمِ الثَّوْحِيدِ فَإِنَّهُ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَعْتَقِدَ فِي الْحَالِ مَا هُوَ الصَّوَابُ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى إِلَى أَنْ يَجِدَ عَالِمًا فَيَسْأَلَهُ وَلَا يَسْعَهُ تَأْخِيرُ الظَّلَبِ وَلَا يُعَدَّرُ بِالْوَقْفِ فِيهِ وَيُكْفَرُ إِنْ وَقَفَ فِيهِ.

الفقه الاکبر مع شرح ص 224، 225

ترجمہ: انسان کو اگر علم توحید کے مسائل (جو ذات و صفات باری تعالیٰ سے متعلق ہیں) سمجھنے میں دشواری پیش آئے تو اسے چاہیے کہ فی الحال تو یہ عقیدہ رکھے کہ اس مسئلہ میں جو بات اللہ تعالیٰ کے ہاں درست ہے بس میرا بھی وہی عقیدہ ہے تاوقتیکہ اسے کوئی عالم مل جائے تو اس سے صحیح عقیدہ معلوم کر لے۔ اس

کے لیے ان مسائل میں کسی قسم کی تاخیر کی گنجائش نہیں۔ اگر کوئی شخص ان مسائل میں توقف اختیار کرے تو اس کا یہ عذر قابل قبول نہیں ہو گا بلکہ اس بارے میں توقف کرنے والے شخص پر فتویٰ کفر لگایا جائے گا۔

فائدہ: جس علم میں عقائد سے بحث ہو اسے ”علم العقائد اور علم الکلام“ کہتے ہیں، جس علم میں اعمال اور احکام سے بحث ہو اسے ”علم الفقہ“ کہتے ہیں۔

علم الکلام کی تعریف:

1: علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ ت 791ھ فرماتے ہیں:

هُوَ الْعِلْمُ بِالْعَقَائِدِ الدِّينِيَّةِ عَنِ الْأَدِلَّةِ الْيَقِينِيَّةِ

شرح المقاصد فی علم الکلام ص 5

ترجمہ: علم الکلام وہ علم ہے جس دلائل یقینیہ کے ذریعہ اسلامی عقائد کا علم حاصل ہوتا ہے۔

2: مشہور مورخ و فقیہ ابو زید عبد الرحمن بن محمد بن محمد بن خلدون المعروف ابن خلدون رحمہ اللہ ت 808ھ لکھتے ہیں:

هُوَ عِلْمٌ يَتَضَمَّنُ الْحُجَجَ عَنِ الْعَقَائِدِ الْإِيمَانِيَّةِ بِالْأَدِلَّةِ الْعَقْلِيَّةِ وَالرَّدَّ عَلَى الْمُبْتَدِعَةِ الْمُنْحَرِفِينَ فِي الْإِعْتِقَادَاتِ عَنْ مَذَاهِبِ السَّلَفِ وَأَهْلِ السُّنَّةِ

تاریخ ابن خلدون ج 1 ص 458

ترجمہ: علم الکلام وہ علم ہے جس میں عقلی دلائل کے ذریعہ ایمانی عقائد کا دفاع کیا جاتا ہے اور اہل سنت، اسلاف کے عقیدہ سے انحراف کرنے والے اہل بدعت کا دلائل سے رد کیا جاتا ہے۔

فائدہ: عقائد دو قسم کے ہیں:

1: ضروریات دین۔ جس کی بنیاد پہ ایمان اور کفر کا فیصلہ ہوتا ہے۔ انہیں عقائد قطعیات بھی کہتے ہیں۔

2: ضروریات اہل سنت والجماعت۔ جس کی بنیاد پہ اہل سنت والجماعت اور اہل بدعت کا فیصلہ ہوتا ہے۔ انہیں عقائد ظنیات بھی کہتے ہیں۔

پہلی تعریف فقط عقائد قطعیہ کو شامل ہے اور دوسری تعریف قطعیات اور ظنیات دونوں کو شامل ہے اس لئے دوسری تعریف رائج ہے۔

علم الکلام کا موضوع:

قاضی محمد علی تھانوی رحمہ اللہ ت 1191ھ لکھتے ہیں:

الْمَعْلُومُ مَنْ حَيْثُ يَتَعَلَّقُ بِهِ اثْبَاتُ الْعَقَائِدِ الدِّينِيَّةِ

کشاف اصطلاحات الفنون ج 1 ص 23

ترجمہ: ایسی معلومات جن سے اسلامی عقائد کو ثابت کیا جاتا ہے۔

علم الکلام کی غرض و غایت:

مشہور متکلم عضد الدین عبد الرحمن بن احمد الابجدی رحمہ اللہ ت 756ھ لکھتے ہیں:

هُوَ حِفْظُ قَوَائِدِ الدِّينِ وَهِيَ عَقَائِدُهُ عَنْ أَنْ تَزُولَ لَهَا شُبُهَةُ الْمُبْطِلِينَ

کتاب المواقف۔ المقصد الرابع مرتبہ

ترجمہ: عقائد کے اصولوں کو محفوظ کر کے منکرین کے شبہات کو ختم کرنا۔

علم العقائد کو علم الکلام کہنے کی وجہ:

1: متقدمین متکلمین جب کسی عقیدے کو بیان فرماتے تو عنوان یوں قائم کرتے الکلام فی التوحید الکلام فی النبوة وغیرہ۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ فرماتے ہیں ”لَا يَكُنْ عُنْوَانُ مَبَاحِثِهِ كَانَ قَوْلُهُمْ أَلْكَلامُ فِي كَذَا وَكَذَا“

شرح العقائد النسفية ص 33

ترجمہ: اس لیے کہ علم الکلام کی مباحث کا عنوان متکلمین کا یہ قول ہوتا تھا الکلام فی کذا وکذا۔

2: متکلم علم کلام کے ذریعے عقائد کو اچھی طرح بیان کر سکتا ہے اور بوقت ضرورت فریق مخالف کو لاجواب بھی کر سکتا ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ فرماتے ہیں:

لَا تَنْتَهِ يُوْرِثُ قُدْرَةً عَلَى الْكَلَامِ فِي تَحْقِيقِ الشَّرْعِيَّاتِ وَالزَّامِ الْخُصُومِ كَالْمَنْطِقِ لِلْفَلَّاسِفَةِ

شرح العقائد النسفية ص 33

ترجمہ: اس لیے کہ علم الکلام اسلام عقائد کو ثابت کرنے نے اور مخالف کو خاموش کرانے میں گفتگو پر قدرت پیدا کرتا ہے جس طرح فلسفی مسائل میں منطق۔

3: علم الکلام ان علوم میں سے ہے جس کے سیکھنے اور اور سکھانے کا اہم ترین ذریعہ کلام ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ فرماتے ہیں:

لَا تَنْتَهِ أَوَّلُ مَا يَجِبُ مِنَ الْعُلُومِ الَّتِي إِنَّمَا تُعَلَّمُ وَتُتَعَلَّمُ بِالْكَلامِ فَأُطْلَقَ عَلَيْهِ هَذَا الْاسْمُ لِذَا لِكَ تُمْ خُصَّ بِهِ وَلَمْ يُطْلَقْ عَلَى غَيْرِهِ تَمْيِيزًا

شرح العقائد النسفية ص 33، 34

ترجمہ: اس لیے کہ جو علوم کلام کے ذریعے سیکھے اور سکھائے جاتے ہیں علم الکلام ان میں سب سے مقدم ہے لہذا اس اس علم الکلام کا اطلاق کیا گیا علم

الکلام کا نام صرف عقائد کے ساتھ خاص کیا گیا دوسرے علوم پر پر یہ لفظ نہیں بولا جاتا تا کہ فرق باقی رہے۔

4: دیگر علوم کے لئے بحث مباحثہ ضروری نہیں۔ اور علم الکلام میں فریقین کا بحث مباحثہ ایک لازمی امر ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ فرماتے ہیں:

لَا تَنْتَهِ إِنَّمَا يَتَحَقَّقُ بِالْمَبَاحِثَةِ وَإِدَارَةِ الْكَلَامِ مِنَ الْجَانِبَيْنِ وَغَيْرُهُ قَدْ يَتَحَقَّقُ بِمُطَالَعَةِ الْكُتُبِ وَالشَّامِلِ

شرح العقائد النسفية ص 34

ترجمہ: اس لئے کہ یہ علم کلام اسلام بحث مباحثہ اور فریقین کے دلائل کے تبادلہ سے حاصل ہوتا ہے اور دیگر علوم کتب کا مطالعہ کرنے اور غور و فکر سے حاصل ہو جاتے ہیں۔

5: علوم میں سے علم الکلام اور علماء میں سے متکلمین کے دلائل اتنے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں گویا کہ علم الکلام ہی علم الکلام ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ فرماتے ہیں:

لَا تَنْتَهِ لِقُوَّةِ ادِّلَّتِهِ صَارَ كَأَنَّهُ هُوَ الْكَلَامُ دُونَ مَا عَدَاهُ مِنَ الْعُلُومِ كَمَا يُقَالُ لِلْأَقْوَى مِنَ الْكَلَامِيِّينَ هَذَا هُوَ الْكَلَامُ

شرح العقائد النسفية ص 34

ترجمہ: اس لیے کہ علم الکلام کے دلائل سب سے زیادہ مضبوط ہیں جس کی وجہ سے یہ ایسے ہو گیا جیسا کہ کلام صرف یہی ہے نہ کہ اس کے علاوہ دیگر علوم تم جیسے دہندوں کے کلام میں مضبوط کلام کے بارے میں کہا جاتا ہے کلام تو یہی ہے۔

علم الکلام کی اہمیت:

اپنے ایمان اور عقائد کی اصلاح فرض عین ہے، ہر شخص کی ذمہ داری ہے اس لئے کہ اس کے بغیر آخرت میں نجات ناممکن ہے۔ ایمان و عقائد کی تفصیلات معلوم کرنا، عقائد حقہ پر دلائل اور عقائد پر ہونے والے شبہات کے جوابات دینا فرض کفایہ ہے۔ اور جس علم کے ذریعہ یہ چیزیں معلوم ہوتی ہیں وہ علم ”علم الکلام“ ہے گویا کہ علم الکلام میں مہارت حاصل کرنا اسے سیکھنا اور سکھانا فرض کفایہ ہے۔

حجت الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد المعروف غزالی رحمہ اللہ 505ھ لکھتے ہیں:

الْإِسْتِعَالَ بِهَذَا الْعِلْمِ مِنْ فُرُوضِ الْكِفَايَاتِ... فَإِنْ قُلْتَ: فَلِمَ صَارَ مِنْ فُرُوضِ الْكِفَايَاتِ وَقَدْ ذُكِرَتْ أَنَّ أَكْثَرَ الْفِرَقِ يَضُرُّهُمْ ذَلِكَ وَلَا يَنْفَعُهُمْ؟ فَأَعْلَمُ أَنَّهُ قَدْ سَبَقَ أَنَّ إِرَاقَ الشُّكُوكِ فِي أَصُولِ الْعَقَائِدِ وَاجِبَةٌ، وَاعْتِبَارُ الشُّكِّ غَيْرُ مُسْتَحِيلٍ وَإِنْ كَانَ لَا يَقَعُ إِلَّا فِي الْأَقْلِ، ثُمَّ الدَّعْوَةُ إِلَى الْحَقِّ بِالْبُرْهَانِ مُهِمَّةٌ فِي الدِّينِ، ثُمَّ لَا يُبْعَدُ أَنْ يَثْوَرَ مُبْتَدِعٌ وَيَتَصَدَّى لِإِغْوَاءِ أَهْلِ الْحَقِّ بِإِقَاضَةِ الشُّبْهَةِ فِيهِمْ، فَلَا بُدَّ مِنْ يَقَاوِمِ شُبْهَتِهِ بِالْكَشْفِ وَيَعَارِضِ إِغْوَاءِهِ بِالتَّقْصِيحِ، وَلَا يُمْكِنُ ذَلِكَ إِلَّا بِهَذَا الْعِلْمِ. وَلَا تَنْفَكُ الْبِلَادُ عَنْ أَمْثَالِ هَذِهِ الْوَقَائِعِ، فَوَجِبَ أَنْ يَكُونَ فِي كُلِّ قَطْرٍ مِنَ الْأَقْطَارِ وَصْفٌ مِنَ الْأَصْقَاعِ قَائِمٌ بِالْحَقِّ مُشْتَغِلٌ بِهَذَا الْعِلْمِ يَقَاوِمُ دُعَاةَ الْمُبْتَدِعَةِ وَيَسْتَبِيلُ الْهَائِلِينَ عَنِ الْحَقِّ وَيُصَفِّي قُلُوبَ أَهْلِ السُّنَّةِ عَنْ عَوَارِضِ الشُّبْهَةِ.

الاقتصاد في الاعتقاد ص 14 التمهيد الثالث

ترجمہ: علم الکلام کا سیکھنا، سکھانا فرض کفایہ ہے۔ سوال: علم کلام کا سیکھنا کیوں فرض کفایہ ہے؟ حالانکہ عام لوگوں کو اس سے فائدہ کی بجائے نقصان پہنچتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عقائد میں شکوک و شبہات سے بچنا ضروری ہے اور کچھ نہ کچھ شک و شبہ پیش آنا ممکن نہیں، اسی طرح دلائل کے ساتھ صحیح عقائد کی طرف دعوت دینا بھی ایک اہم دینی ذمہ داری ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی جگہ کوئی بدعتی اہل حق کے دلوں میں شبہات ڈالنے اور انہیں گمراہ کرنے کی نیت سے سرگرم ہو، لہذا ایسے افراد کی موجودگی ضروری ہے جو اہل بدعت کے شبہات کا دلائل سے جواب دیں اور دلائل کے ساتھ اس کی گمراہی لوگوں کے سامنے واضح کریں اور یہ کام علم کلام کے بغیر ممکن نہیں۔ اکثر شہروں میں اس قسم کے واقعات پیش آتے ہیں کہ گمراہ لوگ شکوک و شبہات کی وجہ سے عوام کو اہل حق سے دور اور بدظن کرتے ہیں، لہذا ہر شہر، ہر جگہ ایسے افراد کی موجودگی ضروری ہے، جو خود حق پر قائم رہ کر علم کلام کو سیکھیں اور حق سے اعراض کرنے والے، اہل بدعت کا مقابلہ کر کے انہیں حق کی طرف توجہ دلائیں اور عوام اہل سنت کے دلوں کو شبہات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔

علم الکلام کی فضیلت:

عبادات کی قبولیت عقائد کی درست ہونے پر موقوف ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ 792ھ فرماتے ہیں:

وَبِالْجَهْلَةِ هُوَ أَشْرَفُ الْعُلُومِ لِكَوْنِهِ أَسَاسَ الْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ وَرَأْسُ الْعُلُومِ الدِّينِيَّةِ وَكَوْنِ مَعْلُومَاتِهِ الْعَقَائِدَ الْإِسْلَامِيَّةَ

شرح العقائد النسفية ص 10

ترجمہ: خلاصہ کلام یہ ہے علم الکلام تمام علوم سے زیادہ عظمت والا ہے کیونکہ علم الکلام تمام احکام شرعیہ کی بنیاد اور علوم دینیہ {تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور تصوف وغیرہ} کا سردار ہے، علم الکلام کے افضل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں اسلامی عقائد کو بیان کیا جاتا ہے۔

سوال:

اگر علم الکلام اتنی فضیلت والا ہے تو اسلاف اس کو حاصل کرنے سے منع کیوں کرتے ہیں؟ اور علم الکلام حاصل کرنے والے کو طعن و تشنیع کا نشانہ کیوں بناتے ہیں؟ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”من تکلم تزندق“ علم الکلام میں مشغول رہنے والا زندق ہے۔

النیر اس شرح شرح العقائد للعلامة عبد العزيز فرہاروی رحمہ اللہ ص 23

جواب:

اسلاف سے جو ایسی باتیں منقول ہیں وہ ہر شخص کے لئے نہیں بلکہ مخصوص افراد کے بارے میں ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ فرماتے ہیں:

وَمَا نُقِلَ عَنِ السَّلَفِ مِنَ الطَّعْنِ فِيهِ وَ الْمَنْعِ عَنْهُ فَإِنَّهُ هُوَ الْمُنْتَعَصِبُ فِي الدِّينِ وَالْقَاصِرُ عَنْ تَحْصِيلِ الْيَقِينِ وَالْقَاصِدُ إِلَى إِفْسَادِ عَقَائِدِ الْمُسْلِمِينَ وَالْخَائِضُ فِيهَا لَا يَفْتَقِرُ إِلَيْهِ مِنْ غَوَايِضِ الْمُتَفَلِّسِينَ وَالْأَفْكَيفُ يُتَصَوَّرُ الْمَنْعُ عَمَّا هُوَ أَصْلُ الْوَاجِبَاتِ وَأَسَاسِ الْمَشْرُوعَاتِ

شرح العقائد النسفية ص 10

ترجمہ: علم الکلام کے بارے میں اسلاف سے طعن اور روکنا جو منقول ہے وہ اس شخص کے بارے میں ہے جو 1: دین میں متعصب ہو۔ 2: یقین حاصل کرنے سے قاصر ہو۔ 3: مسلمانوں کے عقائد خراب کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ 4: فلاسفہ کی ان باریکیوں میں مصروف ہونے والا ہو جن کی ضرورت نہیں ہے ورنہ اسلاف ایسے علم کے حصول سے کیسے منع کر سکتے ہیں جو تمام واجبات کی اصل اور تمام احکام شریعہ کی بنیاد ہے۔

فائدہ:

یہ بالکل ایسے ہے جس طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے حماد کو مناظرہ کرنے سے منع کیا تھا اور خود مناظرے بھی کئے۔

امام ابو المؤید موفق بن احمد الخوارزمی المکی الحنفی (ت 568ھ) نقل کرتے ہیں:

وَقَالَ حمادُ بْنُ أَبِي حنيفة: دَخَلَ عَلَيَّ أَبِي رحمه الله يوماً وَعِنْدِي جماعة من أصحاب الكلام، وَنَحْنُ نَتَنَاطَرُ فِي بَابٍ. قَدْ عَلَتْ أَصْوَاتُنَا فَلَمَّا سَمِعْتُ حِسَّهُ فِي الدَّارِ خَرَجْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ لِي: يَا حَمَادُ مَنْ عِنْدَكَ؟ قُلْتُ: فُلَانٌ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ. سَمِعْتُ مَنْ كَانَ عِنْدِي، قَالَ: وَفِيمَا أَنْتُمْ؟ قُلْتُ: فِي بَابٍ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ لِي: يَا حَمَادُ دَعْ الْكَلَامَ. قَالَ وَلَمْ أَعْهَدْ أُنِي صَاحِبُ تَخْلِيطٍ وَلَا مَنْ يَأْمُرُ بِالشَّيْءِ ثُمَّ يَنْهَى عَنْهُ، فَقُلْنَا لَهُ: يَا أَبْتَ أَلَسْتَ كُنْتَ تَأْمُرُنِي بِهِ؟ قَالَ: بَلَى يَا بَنِي وَأَنَا الْيَوْمَ أَمْهَكَ عَنْهُ، قُلْتُ: وَلِمَ ذَاكَ؟! فَقَالَ: يَا بَنِي إِنْ هَؤُلَاءِ الْمُخْتَلِفِينَ فِي آيَاتِ الْكِتَابِ مِنَ الْكَلَامِ مَنْ تَرَى كَانُوا عَلَى قَوْلٍ وَاحِدٍ وَدِينٍ وَاحِدٍ حَتَّى نَزَعَ الشَّيْطَانُ بَيْنَهُمْ فَأَلْقَى بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْاِخْتِلَافَ فَتَبَايَنُوا.

(مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ واکرم: ج 1 ص 207، 208)

ترجمہ: حضرت حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میرے والد صاحب تشریف لائے اس وقت میرے پاس متکلمین کی ایک جماعت بیٹھی تھی اور ہم ایک مسئلہ میں مناظرہ کر رہے تھے ہماری آواز بلند ہوئی جب میں نے اپنے والد صاحب کی آہٹ کو سنا تو میں باہر نکلا، والد صاحب نے مجھے فرمایا آپ کے پاس کون بیٹھا ہے؟ میں نے عرض کیا فلاں فلاں علماء۔ والد صاحب نے پوچھا تم کس چیز کے بارے میں بات کر رہے تھے؟ میں نے بتایا فلاں عقیدہ یا مسئلہ کے بارے میں۔ والد صاحب نے فرمایا بیٹا حماد مناظرے چھوڑ دو۔ امام حماد فرماتے ہیں میرے والد صاحب بات کو خلط ملط نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ایسا کرتے کہ ایک دن کسی کام کا حکم دیں اور دوسرے دن اسی سے منع کر دیں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا ابا جان آپ نے تو خود مجھے علم الکلام کے حصول کا حکم فرمایا تھا اب منع کیوں فرما رہے ہیں؟ امام صاحب نے فرمایا بالکل حکم دیا تھا مگر آج روک رہا ہوں۔ میں نے پوچھا ابا جان روکنے کی وجہ کیا ہے؟ امام صاحب نے فرمایا بیٹا آج جو عقائد کے بارے میں تمہیں اختلاف نظر آرہا ہے ایک وقت تھا جب لوگ اس عقیدہ پر متفق تھے شیطان نے ان کو آپس میں لڑایا اور عقائد کے معاملہ مختلف فرقوں میں تقسیم کر دیا۔

ائمہ علم الکلام:

مشہور ائمہ علم الکلام دو ہیں:

امام ابو الحسن علی بن اسماعیل الاشعری الحنبلی رحمہ اللہ ت 324ھ:

آپ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے، قبیلہ اشعری کی طرف نسبت کی وجہ سے ان کو اشعری کہتے ہیں، 260 ہجری میں ”بصرہ“ میں پیدا ہوئے، بچپن میں والد کا انتقال ہو گیا، بعد میں ان کی والدہ کا نکاح مشہور معتزلی ”محمد بن عبد الوہاب بن سلام المعروف ابو علی جبائی“ (ت 303ھ) سے ہو گیا۔ آپ نے ”فن مناظرہ اور علم الکلام“ ابو علی جبائی کی تربیت میں رہ کر حاصل کیا لیکن نہایت سلیم الطبع اور سلیم الفطرت ہونے کی وجہ سے معتزلہ کی رکیک اور بعید از عقل تاویلات کی وجہ سے مسلک اہل السنۃ والجماعت کو قبول کیا اور تاحیات عقائد اہل السنۃ والجماعت کے اثبات اور معتزلہ کی تردید میں دلائل دیتے رہے۔

حتیٰ کہ معتزلہ کے نظریہ ”اصلاح للعباد اللہ پاک پر واجب ہے“ پر ابو علی جبائی معتزلی سے مناظرہ کیا اور اسے شکست بھی دی۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ فرماتے ہیں:

قَالَ الشَّيْخُ أَبُو الْحَسَنِ الْأَشْعَرِيُّ لِأُسْتَاذِهِ أَبِي عَلِيٍّ الْجَبَائِيِّ مَا تَقُولُ فِي ثَلَاثَةِ إِخْوَةٍ مَاتَ أَحَدُهُمْ مُطِيعًا وَالْآخَرُ عَاصِيًا وَالثَّالِثُ صَغِيرًا فَقَالَ إِنَّ الْأَوَّلَ يَثَابُ فِي الْجَنَّةِ وَالثَّانِي يُعَاقَبُ بِالنَّارِ وَالثَّالِثُ لَا يَثَابُ وَلَا يُعَاقَبُ فَقَالَ الْأَشْعَرِيُّ فَإِنْ قَالَ الثَّالِثُ يَا رَبِّ لَمْ أَمْتَنِي صَغِيرًا وَمَا أَبْقَيْتَنِي إِلَى أَنْ أَكْبُرَ فَأَوْمِنُ بِكَ وَأُطِيعَكَ فَأَدْخِلْ الْجَنَّةَ فَمَاذَا يَقُولُ الرَّبُّ فَقَالَ يَقُولُ الرَّبُّ إِنِّي كُنْتُ أَعْلَمُ مِنْكَ أَنَّكَ لَوْ كَبُرْتَ لَعَصَيْتَ فَدَخَلْتَ النَّارَ فَكَانَ الْأَصْلَحُ لَكَ أَنْ تَمُوتَ صَغِيرًا فَقَالَ الْأَشْعَرِيُّ فَإِنْ قَالَ الثَّانِي يَا رَبِّ لَمْ تَمْنُنِي صَغِيرًا لِئَلَّا أَعْصِيَ لَكَ فَلَا أَدْخِلْ النَّارَ فَمَاذَا يَقُولُ الرَّبُّ فَبُهِتَ الْجَبَائِيُّ وَتَرَكَ مَذْهَبَهُ وَاشْتَغَلَ هُوَ وَمَنْ تَبِعَهُ بِالْإِطَالِ رَأَى الْمُعْتَزِلَةَ وَاثْبَاتِ مَا وَرَدَ بِهِ السُّنَّةُ وَمَطْى عَلَيْهِ الْجَمَاعَةُ فَسَبُّوا أَهْلَ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

شرح العقائد النسفية ص 36، 37، 38

ترجمہ: امام ابو الحسن اشعری نے اپنے استاد ابو علی جبائی سے پوچھا ان تین بھائیوں کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جن میں سے ایک فرمانبردار دوسرا نافرمان اور تیسرا بچپن کی حالت میں فوت ہو گیا۔ ابو علی جبائی نے کہا یا پہلے کو جنت میں ثواب دیا جائے گا دوسرے کو جہنم میں عذاب دیا جائے گا اور تیسرے کو نہ ثواب دیا جائے گا نہ عذاب۔ امام ابو الحسن اشعری نے پوچھا اچھا اگر تیسرا یہ کہے اے میرے رب آپ نے مجھے بچپن میں وفات کیوں دی مجھے بڑی عمر تک باقی کیوں نہیں رکھا میں بڑا ہوتا ایمان لے آتا، آپ کی اطاعت کرتا اور جنت میں داخل ہوتا تو اللہ کیا جواب دیں گے؟ ابو علی نے کہا اللہ فرمائیں گے مجھے معلوم تھا اگر تو بڑا ہوتا تو نافرمانی کرتا اور جہنم میں چلا جاتا تیرے لئے یہی بہتر تھا کہ تو بچپن میں فوت ہو جائے۔ امام ابو الحسن اشعری نے کہا اگر ان میں سے دوسرا یہ کہے اے میرے رب آپ نے مجھے بچپن میں موت کیوں نہیں دی تاکہ میں آپ کی نافرمانی نہ کرتا اور جہنم میں نہ جاتا تو اللہ کیا جواب دیں گے؟ اس پر ابو علی جبائی خاموش ہو گیا جس پر امام ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ نے معتزلہ کا مذہب چھوڑ آپ اور آپ کے ماننے والے معتزلہ کے عقائد کی تردید میں مصروف ہو گئے اور جو کتاب و سنت سے عقائد ثابت ہیں اور جن پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا نظریہ تھا انہیں ثابت کرنے میں مشغول ہو گئے اور ان کا نام اہل سنۃ والجماعت رکھا گیا۔

امام ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ فروع میں امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ ت 241ھ کے مقلد تھے۔ تین سو (300) کے قریب کتب تصنیف فرمائیں جیسا کہ امام خیر الدین بن محمود بن محمد الزرکلی ت 1396ھ نے ذکر کیا ہے۔

الفصول، الموجز، کتاب فی خلق الاعمال، کتاب فی الاستطاعة، کتاب کبیر فی الصفات، کتاب فی جواز رؤیة اللہ بالابصار، کتاب فی الرد علی المجسّمة، مقالات الاسلامیین و اختلاف المصلّین، کتاب فی الرویة، مختصر مدخل الی الشرح والتفصیل وغیرہ۔ آپ نے 324 ہجری میں انتقال فرمایا۔

امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی الحنفی رحمہ اللہ ت 333ھ:

آپ رحمہ اللہ ماوراء النہر سمرقند کے ایک گاؤں ”ماترید“ میں پیدا ہوئے۔ اس گاؤں کی طرف نسبت کی وجہ سے آپ کو ماتریدی کہتے ہیں۔ معتزلہ کاشدہ کے ساتھ رد کرنے کی وجہ سے ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ کے بعض وہ افکار جن کا دفاع کرنا دلہ شرعیہ کی روشنی میں مشکل تھا، کی اصلاح فرمائی اور معتزلہ کی تردید اور اہل السنۃ والجماعۃ کے افکار کی تائید میں راہ اعتدال اختیار فرمائی۔ فروع میں امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ ت 150ھ کے مقلد تھے۔ آپ نے متعدد کتب تصنیف فرمائیں، جن میں ”تاویلات اہل السنۃ والجماعۃ“ کتاب التوحید،

کتاب ردّ اوائل الادلّۃ للکعبی، کتاب بیان وھم المعتزلۃ، کتاب المقالات، کتاب ردّ و عید الفساق للکعبی، کتاب ردّ تہذیب الجدل، کتاب ردّ الاصول الخمسہ للباہلی، کتاب ردّ الإمامۃ لبعض الروافض، کتاب الردّ علی اصول القرامطۃ، کتاب الجدل وغیرہ شامل ہیں۔ آپ محدث زمانہ امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ ت 321ھ کے ہم عصر تھے۔ 333 ہجری میں وفات پائی۔

فائدہ نمبر 1: عقائد میں ائمہ اربعہ اور اشاعرہ اور ماتریدیہ کا اتفاق ہے کیونکہ عقائد کا جو اختلاف ہوتا ہے یا یہ اسلام سے نکالتا ہے یا سنت سے نکالتا ہے یعنی آدمی کا فرنی العقیدہ ہوتا ہے یا مبتدع فی العقیدہ ہوتا ہے اور اور یہاں اختلاف کے باوجود ہم کسی کو کافر اور متدع نہیں کہتے کیونکہ جو اسلام سے کفر یا سنت سے بدعت کی طرف اختلاف لے جائے وہ اختلاف حقیقی ہوتا ہے اور یہاں اختلاف حقیقی نہیں ہے بلکہ نزاع لفظی ہے تو نزاع لفظی کا حکم اور ہوتا ہے اور نزاع حقیقی کا حکم اور ہوتا ہے۔

فائدہ نمبر 2:

نزاع حقیقی:

نزاع میں حقائق و نظریات کا اختلاف ہوتا ہے جیسے اہل حق کا عقیدہ ہے کہ ثواب و عذاب قبر برحق ہے اس کے مقابلہ میں یہ عقیدہ رکھنا کہ قبر میں ثواب و عذاب نہیں ہوتا یہ نزاع حقیقی کہلاتا ہے۔

نزاع لفظی:

نزاع لفظی میں نظریہ میں اتفاق اور تعبیرات کا اختلاف ہوتا ہے۔ جیسے متکلمین کا موقف یہ ہے کہ دنیا میں احوال راحت و تکلیف اصلۃ اور اصلاً جسم پر آتے ہیں اور تبعاً اور ضمناً روح پر آتے ہیں۔ اور موت کے بعد احوال {ثواب و عذاب} اصلۃ اور اصلاً روح پر آتے ہیں اور تبعاً اور ضمناً جسم پر آتے ہیں۔ اور صوفیاء کا بھی یہی نظریہ ہے کہ احوال اصلۃ روح پر آتے ہیں لیکن وہ اس روح کو جسد مثالی کا نام دیتے ہیں کیونکہ روح متشکل بجد العنصری ہو جاتی ہے۔ اور اس بناء پر وہ یہ تعبیر اختیار کرتے ہیں کہ ثواب و عذاب جسم مثالی کو دیا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

”جمہور اہل شرع جس کو روح کہتے وہ صوفیہ کے نزدیک بدن مثالی سے موسوم ہے جو بدن مادی میں حلول کرتا ہے“

تفسیر عثمانی سورۃ بنی اسرائیل آیت 85

شبه:

آپ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد ہیں یا امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ کے؟ اگر آپ امام ابو حنیفہ کے مقلد ہیں تو پھر خود کو ماتریدی کیوں کہتے ہیں؟

جواب:

ہم اصول و فروع میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہی کے مقلد ہیں۔ لیکن وہاں اصول کا معنی عقائد نہیں ہے بلکہ اصول سے مراد وہ قوانین ہیں جن سے فروع کا استنباط ہوتا ہے اور فروع سے مراد مسائل ہیں۔

باقی امام ابو الحسن اشعری اور امام ابو منصور ماتریدی کی طرف نسبت کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دور میں فرقہ مغزلہ وغیرہ نے عقائد کی ایسی تشریحات کی تھیں جو اہل السنۃ والجماعت کے اعتقادات کے خلاف تھیں تو ان دو حضرات نے مغزلہ وغیرہ کا رد کر کے اہل السنۃ والجماعت کے عقائد کی صحیح ترجمانی کی۔ اس لیے ہم ان کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اشعری اور ماتریدی نسبت مغزلہ کے مقابلہ میں ہے نہ کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقابلہ میں۔

فائدہ: لفظ اصول کئی معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

کبھی لفظ اصول ان قواعد و کلیات کے لئے استعمال ہوتا ہے جن سے فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ اور مستنبط شدہ فقہی مسائل کو فروع کہتے ہیں۔

کبھی لفظ اصول عقائد کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس کے مقابلہ میں فروع آتا ہے تو اس سے مراد اعمال ہوتے ہیں۔

اور کبھی اصول کا لفظ مطلقاً قواعد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد اس فن کے وہ قوانین و کلیات ہوتے ہیں جن پر اس فن کی بنیاد ہوتی ہے۔

فرقہ مغزلہ کی ابتداء:

حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ (ت 110ھ) کی درس گاہ کے ایک شاگرد ”ابو حذیفہ واصل بن عطاء غزال“ (ت 131ھ) نے جب یہ موقف اختیار کیا کہ مرتکب کبیرہ (کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا) ایمان سے نکل جاتا ہے، مگر کفر میں داخل نہیں ہوتا، تو امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”قَدْ اَعْتَزَلَ عَنَّا“ (یہ شخص ہم سے جدا ہو گیا) اس وجہ سے ان کا نام مغزلہ رکھا گیا اور یہ خود کو ”اصحاب العدل والتوحید“ کہتے تھے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ لکھتے ہیں:

لَاَنَّ رَئِيسَهُمْ وَاَصْلَ بَنِ عَطَاءٍ اَعْتَزَلَ عَنْ مَجْلِسِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ وَيَقَرُّ أَنَّ مَنِ ارْتَكَبَ الْكَبِيرَةَ لَيْسَ بِمُؤْمِنٍ وَلَا كَافِرٍ وَيُغَيِّبُ الْمُنْزِلَةَ بَيْنَ الْمُنْزِلَتَيْنِ فَقَالَ الْحَسَنُ قَدْ اَعْتَزَلَ عَنَّا فَسُبُّوا الْمُعْتَزِلَةَ وَهُمْ سَمُّوا اَنْفُسَهُمْ اَصْحَابَ الْعَدْلِ وَالتَّوْحِيدِ

(شرح العقائد النسفية ص 10،)

ترجمہ: مغزلہ کا سردار واصل بن عطاء حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی مجلس سے یہ نظریہ اختیار کرتے ہوئے الگ ہوا کہ جس بندے نے گناہ کبیرہ کیا وہ نہ مسلمان ہے اور نہ کافر واصل بن عطاء ایمان اور کفر کے درمیان تیسرے درجے کو ثابت کر رہا تھا تو حضرت حسن بصری نے فرمایا یہ شخص ہم سے جدا ہو گیا اس لئے ان کا نام مغزلہ رکھا گیا، انہوں نے اپنا نام اصحاب العدل والتوحید رکھا۔

عقائد کی اقسام:

جو عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کی کتب میں مذکور ہیں، ان کی تین قسمیں ہیں۔

1: جو دلائل قطعیہ نقلیہ سے ثابت ہوں۔

فائدہ: دلیل قطعی ایسی دلیل کو کہتے ہیں جس کا ثبوت بھی قطعی ہو اور اس کا معنی و مفہوم بھی قطعی اور یقینی ہو۔

ان کی تین قسمیں ہیں:

- i- جن کا ثبوت قرآن کریم کی ظاہری عبارت سے ہو جیسے جنت، جہنم۔
- ii- جن کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بقل تو اتر ہو، خواہ تو اتر لفظی ہو جیسے ختم نبوت یا تو اتر معنوی ہو جیسے ثواب و عذاب قبر۔
- فائدہ: تو اتر لفظی سے مراد حدیث پاک کے الفاظ متواتر ہوں اور تو اتر معنوی سے مراد جس کے الفاظ مختلف ہوں لیکن سب کا معنی متواتر ہو۔
- iii- جن کا ثبوت اجماع امت سے ہو جیسے خلافت صدیق اکبر رضی اللہ۔

فائدہ: اجماع امت سے مراد امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجتہدین کا کسی زمانہ میں کسی بھی حکم شرعی پر اتفاق کر لینا ہے۔

- 2: جو دلائل عقلیہ سے ثابت ہوں، اگرچہ ان کی تائید دلائل نقلیہ سے بھی ہو، جیسے وجود باری تعالیٰ، ثبوت نبوت، آخرت، مسئلہ عصمت انبیاء علیہم السلام۔ گویا دلیل عقلی یہاں مثبت ہوتی ہے اور دلیل نقلی اس کی موید ہوتی ہے۔
- 3: جو دلائل ظنیہ سے ثابت ہوں۔

فائدہ: دلیل ظنی ایسی دلیل جس کا ثبوت یقینی نہ ہو جیسے اخبار احاد یا اس کا مفہوم بالکل واضح نہ ہو جیسے وہ نصوص جس میں کئی معانی کا احتمال ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

- i- جن کا ثبوت اخبار آحاد سے ہو جیسے نبی کا مال بطور وراثت تقسیم نہ ہونا، جہاں نبی کی وفات ہو اسی جگہ دفن کرنا۔
- فائدہ: خبر واحد سے مراد وہ حدیث ہے جسے نقل کرنے والے اتنے افراد نہ ہوں جن کے جھوٹ پہ متفق ہونے کو عقل سلیم محال سمجھے۔
- ii- قرآن و حدیث سے بطریق استنباط ثابت ہوں جیسے قرآن کریم کا قدیم ہونا، فرشتوں پر انبیاء علیہم السلام کی فضیلت اور کرامات اولیاء کا برحق ہونا۔
- فائدہ: استنباط قرآن و حدیث میں غور و فکر کر کے نئے پیش آنے والے مسائل کے حکم نکالنے کا نام ہے۔

فائدہ:

عقائد کی جو تقسیم قطعی اور ظنی کے اعتبار سے ہم نے کی یہی تقسیم مشہور متکلم علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ 1239ھ نے بھی فرمائی ہے۔
 إِنَّ الْمَسَائِلَ الْإِعْتِقَادِيَّةَ قِسْمَانِ أَحَدُهُمَا مَا يَكُونُ الْمَطْلُوبُ فِيهِ الْيَقِينُ كَوَحْدَةِ الْوَاجِبِ تَعَالَى وَصِدْقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَثَابِتِهِمَا مَا يَكْتَفَى فِيهَا بِالظَّنِّ كَهَذِهِ الْمَسْئَلَةِ وَالْإِكْتِفَاءُ بِالذَّلِيلِ الظَّنِّي أَيْمًا لَا يَجُوزُ فِي الْأَوَّلِ بِخِلَافِ الثَّانِي

النبراس شرح شرح العقائد ص 358

ترجمہ: اعتقادات کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن میں شریعت کو یقین مطلوب ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا یقین ان کے ثبوت کے لئے دلیل قطعی ضروری ہے اور دوسری قسم وہ عقائد جن میں ظن بھی کافی ہے جیسے انبیاء کرام علیہم السلام کی ملائکہ پر فضیلت کا عقیدہ اس کے ثبوت کے لئے دلیل ظنی بھی کافی ہے۔

اسلاف والے عقیدہ کو ترجیح:

اگر اہل السنۃ والجماعت کا کوئی عقیدہ و نظریہ بظاہر قرآن کریم کی کسی آیت یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فرمان سے ٹکرا جائے تو اس وقت دیکھا جائے کہ ان آیات و احادیث کے ہوتے ہوئے اسلاف کا عقیدہ کیا تھا۔ جو ان کا عقیدہ ہو اسی کو لیا جائے گا کیونکہ آیات و احادیث ان کے موافق ہوتی ہیں جو بظاہر اس کے خلاف نظر آرہی ہوتی ہیں۔

مثال نمبر 1:

اللہ تعالیٰ بلا جسم، بلا مکان اور بلا جہت موجود ہے۔ اب یہ عقیدہ بظاہر قرآن کریم کی آیت ﴿ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ﴾ (سورۃ الاعراف: 54) کے خلاف ہے، اس آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پاک عرش پر ہیں۔ لیکن اس کا معنی وہ نہیں جو بظاہر نظر آرہا ہے بلکہ یہاں استواء علی العرش سے مراد اللہ تعالیٰ کا عرش پر غالب ہونا ہے۔ امیر المومنین فی الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ ت 256ھ فرماتے ہیں: وَقَالَ مُحَمَّدٌ {اسْتَوَىٰ} عَلَا عَلَى الْعَرْشِ (صحیح بخاری: کتاب التوحید، باب وکان عرشہ علی الماء)۔ ترجمہ: حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں استواء علی العرش کا معنی اللہ تعالیٰ کا عرش پر غالب ہونا ہے۔

مثال نمبر 2:

انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں۔ یہ عقیدہ بظاہر قرآن کریم کی آیت ﴿وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ﴾ (سورۃ طہ: 121) کے خلاف ہے۔ لیکن یہاں عصی کا معنی نافرمانی نہیں بلکہ لغزش، بھول چوک مراد ہے۔ الْمَعْصِيَةُ مَصَدَّرٌ وَقَدْ تُطْلَقُ عَلَى الزَّلَّةِ هَجَازًا۔

(ہدایۃ الساری الی دراستۃ البخاری للعلامة امداد الحق السلھتی البنغلادیشی: ج 1 ص 107)

تو ”عصى“ کا معنی ہے کہ بغیر ارادہ نافرمانی کے وہ کام کیا جائے جو نہیں کرنا چاہیے۔ اور معصیت میں ارادہ نافرمانی کو دخل ہوتا ہے۔

مثال نمبر 3:

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور مبارکہ میں نماز ادا کرتے ہیں۔ اب یہ عقیدہ بظاہر قرآن کریم کی آیت ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ (سورۃ الحجر: آیت 99) کے خلاف ہے۔ لیکن حقیقت یہ کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں 1: عبادت تکلیفی؛ جس کے کرنے کا انسان کو حکم ہو اور جس کے کرنے پہ ثواب نہ کرنے پہ گناہ ہو جیسے پانچ وقت کی نماز، رمضان کے روزے اور صاحب نصاب پہ زکوٰۃ و حج وغیرہ 2: عبادت تلذذی؛ جس کے کرنے کا حکم نہ ہو انسان اس کا مکلف نہ ہو اور نہ ہی اس کے کرنے پہ ثواب اور ترک پہ گناہ ہو بلکہ وہ صرف لذت اور مزے کے لئے کی جائے۔ موت تک کی جانے والی عبادت عبادت تکلیفی ہوتی ہے جبکہ موت کے بعد کی جانے والی عبادت عبادت تلذذی ہوتی ہے۔

فان قلت ما الداعي الى عبادتهم بعد الموت وموضع العبادة دار الدنيا قلت حببت اليهم العبادة فهم متعبدون بما يجدونه من دواعي انفسهم لا بما يلزمون به

ترجمہ: اگر کوئی سوال کرے کہ انبیاء کرام علیہم السلام موت کے بعد عبادت کیسے کرتے ہیں جبکہ عبادت کی جگہ تو دنیا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ عبادت کو انبیاء کی پسندیدہ چیز بنادیا جاتا ہے تو موت کے بعد وہ قلبی لذت کے لئے عبادت کرتے ہیں نہ کہ مکلف ہونے کی وجہ سے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ یہ حدیث پاک نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں "یہ تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے لئے ہے"

1. چنانچہ کسی آدمی نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کو ایک خط لکھ کر عقیدہ تقدیر کے بارے سوال کیا اور قرآن کریم کی کچھ آیات سے تقدیر کے خلاف استدلال کیا جس کے جواب میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے فرمایا جو آیات تمہیں تقدیر کے خلاف نظر آرہی ہیں یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دور میں بھی قرآن کریم میں موجود تھیں ان آیات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پڑھا بھی ہے اور سمجھا بھی ہے اور انہوں نے عقیدہ تقدیر کا اقرار کیا ہے۔ اگر یہ آیات تقدیر کے خلاف ہوتیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کبھی تقدیر کے قائل نہ ہوتے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ كَتَبَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَسْأَلُهُ عَنِ الْقَدْرِ فَكَتَبَ أَمَّا بَعْدُ أَوْصِيكَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالْإِقْتِصَادِ فِي أَمْرِهِ وَاتِّبَاعِ سُنَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَرْكِ مَا أَخَذَتْ الْبُهْدِثُونَ بَعْدَ مَا جَرَتْ بِهِ سُنَّتُهُ وَكُفُوا مُؤَنَّتَهُ فَعَلَيْكَ بِلُزُومِ السُّنَّةِ فَإِنَّهَا لَكَ بِإِذْنِ اللَّهِ عِصْمَةٌ كَتَبْتُ تَسْأَلُ عَنِ الْإِقْرَارِ بِالْقَدْرِ فَعَلَى الْحَبِيرِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَعْتُ مَا أَعْلَمُ مَا أَخَذَتْ النَّاسُ مِنْ مُحَدَّثَةٍ وَلَا ابْتِدَاعٍ مِنْ بَدْعَةٍ هِيَ أَبْيَنُ أَثَرًا وَلَا أَثَبَّتُ أَمْرًا مِنَ الْإِقْرَارِ بِالْقَدْرِ لَقَدْ كَانَ ذِكْرُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ الْجَهْلَاءِ يَتَكَلَّمُونَ بِهِ فِي كَلَامِهِمْ وَفِي شِعْرِهِمْ يَعْزُونَ بِهِ أَنْفُسَهُمْ عَلَى مَا فَاتَهُمْ ثُمَّ لَمْ يَزِدْهُ الْإِسْلَامُ بَعْدَ إِلَّا شِدَّةً وَلَقَدْ ذَكَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فِي غَيْرِ حَدِيثٍ وَلَا حَدِيثَيْنِ وَقَدْ سَمِعَهُ مِنْهُ الْمُسْلِمُونَ فَتَكَلَّمُوا بِهِ فِي حَيَاتِهِ وَبَعْدَ وَفَاتِهِ يَقِينًا وَتَسْلِيمًا لِرَبِّهِمْ وَتَضَعِيفًا لَأَنْفُسِهِمْ أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ لَمْ يُحِطْ بِهِ عَلَيْهِ وَلَمْ يُخْصِهِ كِتَابُهُ وَلَمْ يَمُضْ فِيهِ قَدْرُهُ وَإِنَّهُ مَعَ ذَلِكَ لَفِي مُحْكَمِ كِتَابِهِ مِنْهُ اقْتَبَسُوهُ وَمِنْهُ تَعَلَّمُوهُ وَلَئِنْ قُلْتُمْ لِمَ أَنْزَلَ اللَّهُ آيَةً كَذَا وَلِمَ قَالَ كَذَا. لَقَدْ قَرَأُوا مِنْهُ مَا قَرَأْتُمْ وَعَلِمُوا مِنْ تَأْوِيلِهِ مَا جَهِلْتُمْ وَقَالُوا بَعْدَ ذَلِكَ كُلِّهِ بِكِتَابٍ وَقَدْرِ وَكُتِبَتْ الشَّقَاوَةُ وَمَا يُقَدَّرُ يَكُنْ وَمَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ وَلَا تَمْلِكُ أَنْ تَنْفَسَا ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ثُمَّ رَغِبُوا بَعْدَ ذَلِكَ وَرَهَبُوا

ترجمہ: ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو خط لکھا۔ جس میں اس نے ان سے تقدیر کے بارے سوال کیا، آپ رحمہ اللہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: حمد و صلاۃ کے بعد، میں تمہیں تقویٰ اختیار کرنے کی اور اعتدال کی وصیت کرتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرو اور اہل بدعت کی بدعات سے بچو بالخصوص جب دین کے معاملہ میں آپ ﷺ کی سنت جاری ہو چکی اور سنت کے ذریعہ لوگوں کی دینی ضرورت پوری ہو چکی۔ سنت کو لازم پکڑو یقیناً یہی چیز حکم الہی سے تمہارے لیے (گمراہی سے) بچنے کا سبب ہوگی۔۔۔۔۔ تم نے خط کے ذریعہ عقیدہ تقدیر پوچھا ہے تو اللہ کا شکر ہے تم نے ایک صاحب علم سے پوچھا ہے۔ میرے خیال میں لوگوں نے جتنی بھی نئی باتیں گھڑی ہیں اور جتنی بھی بدعات ایجاد کی ہیں ان میں تقدیر کے مسئلے سے بڑھ کر بھی کوئی مسئلہ واضح اور دلائل کی رو سے قوی تر نہیں ہے، اس کا ذکر تو دور جاہلیت میں بھی ہوتا تھا، لوگ اپنی گفتگو اور اپنے اشعار میں تقدیر کا ذکر کرتے تھے، جو چیز انہیں حاصل نہ ہوتی تو تقدیر کا ذکر کر کے خود کو تسلی دیتے تھے۔ اسلام کا دور آیا تو اسلامی تعلیمات نے عقیدہ تقدیر کو مزید مستحکم کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک دو نہیں، متعدد احادیث میں اس کا ذکر کیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر آپ کی زندگی میں اور آپ کے بعد بھی اس کے اقرار کے بارے میں گفتگو کی۔ جس میں اللہ رب العزت کی ذات کے سامنے تسلیم و رضا کا اظہار اور اپنی بے بسی کا اعتراف کیا کہ کوئی چیز

ایسی نہیں جس پر اللہ کا علم محیط نہ ہو، یا کتاب تقدیر میں اس کا شمار نہ ہو، یا اس میں اس کی تقدیر جاری نہ ہوئی ہو۔ یہ ساری باتیں اللہ پاک کی محکم کتاب میں بھی موجود ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عقیدہ تقدیر کو اسی قرآن کریم سے حاصل کیا تھا۔ اگر تم کہو اللہ نے فلاں آیت کیوں نازل کی اور اس طرح کیوں فرمایا؟ تو خیال کرو: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی تو یہی آیات پڑھیں جو آج تم نے پڑھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آیات کے ساتھ ساتھ اس کی صحیح تفسیر مل گئی جس سے تم جاہل رہے۔ ان آیات کے ہوتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ یہ ہے کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے لکھا ہوا اور اس کی تقدیر سے ہے۔ شقاوت اور بد بختی بھی لکھی ہوئی ہے۔ جو کچھ مقدر میں ہوتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ اللہ جو بھی چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتے وہ نہیں ہوتا۔ ہم اپنے نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ اسی عقیدہ پر وہ اللہ کی طرف راغب رہے اور اسی سے ڈرتے رہے۔

2. امام ابو الحسن عبید اللہ ابن الحسین انکرنی رحمہ اللہ ت 340ھ لکھتے ہیں:

”ان کل آیتہ تخالف قول اصحابنا فانها تحمل على النسخ او على الترجيح والاولى ان تحمل على التأويل من جهة التوفيق۔

اصول کرخی

ترجمہ: ہر وہ آیت جو ہمارے فقہاء کے قول کے خلاف ہوگی تو اس کو نسخ پر محمول کیا جائے گا یا ترجیح پر محمول کیا جائے گا اور بہتر یہ ہے کہ ان دونوں میں تاویل کر کے تطبیق کی صورت پیدا کی جائے۔

3. حجة الاسلام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد غزالی رحمہ اللہ ت 505ھ لکھتے ہیں:

فَيَنْظُرُ أَوَّلَ شَيْءٍ فِي الْإِجْمَاعِ فَإِنْ وَجَدَ فِي الْمَسْأَلَةِ إِجْمَاعًا تَرَكَ النَّظَرَ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَإِنَّهُمَا يَقْبَلَانِ النَّسْخَ وَالْإِجْمَاعُ لَا يَقْبَلُهُ فَالْإِجْمَاعُ عَلَى خِلَافِ مَا فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ دَلِيلٌ قَاطِعٌ عَلَى النَّسْخِ إِذْ لَا تَجْتَمِعُ الْأُمَّةُ عَلَى الْخَطَا

السقفي للغزالي ج 1 ص 374

ترجمہ: مجتہد کو چاہئے کہ مسئلہ حل کرتے وقت سب سے پہلے اجماع امت کو دیکھے اگر اس مسئلہ پر اجماع موجود ہو تو قرآن و سنت دیکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ قرآن و سنت نسخ کو قبول کرتے ہیں جبکہ اجماع نسخ کو قبول نہیں کرتا۔ نصوص کے خلاف اجماع آجانا اس بات کی دلیل ہے کہ نص منسوخ ہے اس لئے کہ امت غلطی پر اکٹھی نہیں ہو سکتی۔

نص کا ظاہری معنی مراد لینا:

نصوص کو ظاہر پر رکھنا ضروری ہے، کسی دلیل شرعی کے بغیر اس کے ظاہری معنی کو ترک کرنا اور غلط تاویل کرنا درست نہیں۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ فرماتے ہیں:

وَالنُّصُوصُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ تُحْمَلُ عَلَى ظَوَاهِرِهَا مَا لَمْ يَضَرْفْ عَنْهَا دَلِيلٌ قَطْعِيٌّ كَمَا فِي الْآيَاتِ الَّتِي تُشْعِرُ بِظَوَاهِرِهَا بِالْجَهَةِ وَالْجَسِيَّةِ ... وَالْعُدُولُ عَنْهَا آتَى عَنِ الظَّوَاهِرِ إِلَى مَعَانٍ يَدَّعِيهَا أَهْلُ الْبَاطِنِ وَهُمْ الْمَلَاحِدَةُ وَسَمَّوُا الْبَاطِنِيَّةَ لِإِدْعَائِهِمْ أَنَّ النَّصُوصَ لَيْسَتْ عَلَى ظَوَاهِرِهَا بَلْ لَهَا مَعَانٍ بَاطِنِيَّةٌ لَا يَعْرِفُهَا إِلَّا الْمُعَلِّمُ وَقَصْدُهُمْ بِذَلِكَ نَفْيُ الشَّرِّ بَعْدَ الْكَلْبِيَّةِ الْحَادِثِ آتَى مَيْلٌ وَعُدُولٌ عَنِ الْإِسْلَامِ وَإِصْصَالٌ وَالتَّصَاقُ بِكُفْرٍ لِكُونِهِ تَكْدِيبًا لِلنَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَمَّا عَلِمَ فَمَجِيئُهُ بِهِ بِالضَّرُورَةِ وَأَمَّا مَا ذَهَبَ إِلَيْهِ بَعْضُ الْمُحَقِّقِينَ مِنْ أَنَّ النَّصُوصَ مَضْرُوفَةٌ عَلَى ظَوَاهِرِهَا وَمَعَ ذَلِكَ فِيهِ إِشَارَاتٌ خَفِيَّةٌ إِلَى دَقَائِقٍ تَنْكَشِفُ عَلَى أَرْبَابِ السُّلُوكِ يُحْكِنُ التَّطَبُّعُ بَيْنَهُمَا وَبَيَّنَ الظَّوَاهِرِ الْمُرَادَةَ فَهُوَ مِنْ كَمَالِ الْإِيمَانِ وَخَفِضِ الْعِرْفَانِ

شرح العقائد النسفية ص 388، 387

ترجمہ: نصوص کے ظاہری معنی کے خلاف جب تک دلیل قطعی موجود نہ ہو تو انہیں حقیقی معنی پر محمول کیا جائے گا جیسے وہ آیات جن سے بظاہر اللہ تعالیٰ کے لئے خاص جہت اور جسم ثابت ہوتا ہے {جیسے یہ اللہ، الیہ یصعد الکلم الطیب، ان میں مناسب تاویل کریں گے کہ یہ سے مراد قدرت، اور صعود سے مراد قبولیت ہے} نصوص کا ظاہری معنی چھوڑ کر وہ معنی مراد لینا جو کہ اہل باطن یعنی باطنیہ، ملحدین مراد لیتے ہیں {وہ خود کو باطنیہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ} ان

کا دعویٰ ہے کہ ان نصوص کا ظاہری معنی مراد نہیں بلکہ باطنی معنی مراد ہے جسے معلّم یعنی امام معصوم جانتا ہے۔ اور ان کا مقصد شریعت کی نفی کرنا ہے۔ یہ الحاد ہے، شریعت سے روگردانی ہے اور اسلام کو چھوڑ دینا ہے اور کفر کے ساتھ خود کو ملا لینا ہے اس لئے کہ اس سے ان چیزوں کی تکذیب لازم آتی ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لیکر تشریف لائے۔ باقی بعض اہل حق محققین جو ظاہری معنی کے ساتھ ایسے باطنی معنی بیان کرتے ہیں جو اہل کشف پر کھلتے ہیں تو وہ الحاد نہیں بلکہ وہ ایمان کے کامل ہونے اور معرفت کی علامت ہے اس لئے کہ وہاں ظاہری اور باطنی معنی میں تطبیق ہو سکتی ہے۔ {جیسے ففروا الی اللہ اس آیت میں فنا فی اللہ کا حکم دیا گیا ہے}

اجماع:

اجماع کا لغوی معنی:

شیخ محمد علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (ت 1191ھ) لکھتے ہیں:

الاجماع فی اللّغة هو العزم، یقال: اجمع فلان علی کذا ای عزم، والاتفاق، یقال: اجمع القوم علی کذا ای اتفقوا.

(کشاف اصطلاحات الفنون للتھانوی: ج 1 ص 238)

ترجمہ: اجماع کے لغت میں دو معنی ہیں:

- ۱: کسی چیز کا پختہ ارادہ کر لینا۔ جب کوئی شخص کسی کام کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے تو بطور محاورہ کہا جاتا ہے ”اجمع فلاں علی کذا“
- ۲: کسی چیز پر لوگوں کا اتفاق کر لینا۔ چنانچہ جب قوم کسی بات پر متفق ہو جاتی ہے تو کہا جاتا ہے: ”اجمع القوم علی کذا“

اجماع کا اصطلاحی معنی:

شیخ محمد علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (ت 1191ھ) لکھتے ہیں:

هُوَ اتِّفَاقُ الْمُجْتَهِدِينَ مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَصْرِ عَلَى حُكْمٍ شَرْعِيٍّ.

(کشاف اصطلاحات الفنون للتھانوی: ج 1 ص 238)

ترجمہ: اجماع امت سے مراد امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجتہدین کا کسی زمانہ میں کسی بھی حکم شرعی پر اتفاق کر لینا ہے۔

اجماع کی قسمیں:

اجماع کی بنیادی دو قسمیں ہیں: 1: اجماع کلی۔ 2: اجماع اکثری۔

اجماع کلی: جس پر تمام مجتہدین متفق ہوں جیسے خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔

اجماع اکثری: جس پر اکثر فقہاء متفق ہوں۔ جیسے علامہ ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی (ت 855ھ) صاحب ہدایہ امام ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل المرنغیانی (ت 593ھ) کے ایک قول کی شرح میں فرماتے ہیں:

قَالَ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ مِنْ أَصْحَابِنَا: "وَعَلَى تَرْكِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ" فَسَبَّاهُ إِجْمَاعًا بِاعْتِبَارِ اتِّفَاقِ الْأَكْثَرِ وَمِثْلُ هَذَا يُسَمَّى إِجْمَاعًا عِنْدَنَا.

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری للعینی ج 4 ص 449 باب وجوب القراءة)

ترجمہ: ہمارے احناف میں سے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ ”امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے“ صاحب ہدایہ نے اکثر کے اتفاق کو ”اجماع“ فرما دیا ہے۔ اس طرح کا اکثری اتفاق ہمارے ہاں اجماع شمار ہوتا ہے۔

فاسد العقیدہ کے انکار سے اجماع متاثر نہیں ہوتا:

اگر کسی عقیدہ پر اہل حق متفق ہو جائیں تو بعض فاسد العقیدہ لوگوں کے انکار سے نہ تو اس عقیدہ کی حقانیت پہ کوئی اثر پڑتا ہے اور نہ ہی اجماع کی حجیت پر۔

مثال: گناہ کبیرہ کا مرتکب اسلام سے خارج نہیں ہوتا اس عقیدہ پر قرآنی آیات، احادیث مبارکہ کے ساتھ ساتھ امت کا اجماع بھی موجود ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ فرماتے ہیں۔

اجْمَاعُ الْأُمَّةِ مِنْ عَصْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى يَوْمِنَا هَذَا بِالصَّلَوةِ عَلَى مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِ الْقَبِيلَةِ مِنْ غَيْرِ تَوْبَةٍ وَالِدَعَاءِ وَالِاسْتِغْفَارِ لَهُمْ مَعَ الْعِلْمِ بِأَرْكَانِهِمُ الْكِبَائِرَ بَعْدَ الْإِتِّفَاقِ عَلَى أَنَّ ذَلِكَ لَا يَجُوزُ لِغَيْرِ الْمُتَوِّصِينَ

شرح العقائد النسفية ص 281

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک سے لیکر آج تک امت اس بات پر متفق چلی آرہی ہے کہ جو اہل قبلہ {مسلمان} بغیر توبہ کے فوت ہو جائے اور لوگوں کو معلوم بھی ہو کہ وہ مرتکب کبیرہ تھابت بھی اس کا جنازہ ادا کرنا اور اس کے حق میں دعا اور استغفار کرنا جائز ہے۔ اور اس بات پر بھی امت کا اتفاق ہے کہ غیر مسلم کا نماز جنازہ ادا کرنا اور اس کی بخشش کی دعا کرنا درست نہیں۔

اس پر سوال ہوا کہ اجماع کا دعویٰ کرنا درست نہیں کیونکہ خوارج امت میں شامل ہیں اور وہ اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں تو ان کے اختلاف کے باوجود اجماع امت کا دعویٰ درست نہیں تو علامہ تفتازانی رحمہ اللہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

وَالْإِجْمَاعُ الْمُنْعَقِدُ عَلَى ذَلِكَ عَلَى مَا مَرَّ وَالْخَوَارِجُ خَوَارِجٌ عَمَّا انْعَقَدَ عَلَيْهِ الْإِجْمَاعُ فَلَا إعتدَادَ بِهِمْ

شرح العقائد النسفية ص 282

ترجمہ: مرتکب کبیرہ کے کافر نہ ہونے کی ایک دلیل اجماع امت بھی ہے، خوارج اس اجماع سے الگ ہیں مگر ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اجماع کی اہمیت:

1: حجة الاسلام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد غزالی رحمہ اللہ ت 505ھ لکھتے ہیں:

فَيَنْظُرُ أَوَّلَ شَيْءٍ فِي الْإِجْمَاعِ فَإِنْ وَجَدَ فِي الْمَسْأَلَةِ إِجْمَاعًا تَرَكَ النَّظَرَ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَإِنَّهُمَا يَقْبَلَانِ النَّسخَ وَالْإِجْمَاعُ لَا يَقْبَلُهُ فَلَا إِجْمَاعَ عَلَى خِلَافِ مَا فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ دَلِيلٌ قَاطِعٌ عَلَى النَّسخِ إِذْ لَا تَجْتَمِعُ الْأُمَّةُ عَلَى الْخَطَا

المستصفى للغزالي ج 1 ص 374

ترجمہ: مجتہد کو چاہئے کہ مسئلہ حل کرتے وقت سب سے پہلے اجماع امت کو دیکھے اگر اس مسئلہ پر اجماع موجود ہو تو قرآن و سنت دیکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ قرآن و سنت نسخ کو قبول کرتے ہیں جبکہ اجماع نسخ کو قبول نہیں کرتا۔ نصوص کے خلاف اجماع آجانا اس بات کی دلیل ہے کہ نص منسوخ ہے اس لئے کہ امت غلطی پر اکٹھی نہیں ہو سکتی۔

2: حافظ تقي الدين احمد بن عبد الحليم بن عبد السلام رحمہ اللہ ت 728ھ لکھتے ہیں:

وَإِجْمَاعُهُمْ حُجَّةٌ قَاطِعَةٌ بِحُجْبِ إِتِّبَاعِهَا بَلْ هِيَ أَوْ كَذَلِكَ الْحُجَجِ وَهِيَ مُقَدَّمَةٌ عَلَى غَيْرِهَا، وَلَيْسَ هَذَا مَوْضِعُ تَقْرِيرِ ذَلِكَ، فَإِنَّ هَذَا الْأَصْلَ مُقَرَّرٌ فِي مَوْضِعِهِ، وَلَيْسَ فِيهِ بَيِّنُ الْفَقْهَاءِ بَلْ وَلَا بَيِّنُ سَائِرِ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ هُمْ الْمُؤْمِنُونَ خِلَافًا،

الفتاوى الكبرى لابن تيمية ج 6 ص 162

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجماع کا دلیل قطعی ہے جسے ماننا ضروری ہے بلکہ یہ سب سے مضبوط دلیل ہے جو دیگر دلائل پر مقدم ہے، یہاں اس مسئلہ کی تفصیل کا موقع نہیں، باقی یہ اصول مسلم ہے کہ یہ سب سے مضبوط دلیل ہے جس میں فقہاء کرام رحمہم اللہ بلکہ امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔

منکر اجماع کا حکم:

اجماع کے منکر کا حکم کیا ہے؟ اس کا فیصلہ اجماع کی حیثیت دیکھ کر کیا جائے گا۔ جس نوعیت کا اجماع ہو گا اسی طرح کا حکم ہو گا۔ مشہور اصولی امام ابراہیم بن اسحاق الشاشی رحمہ اللہ ت 325ھ فرماتے ہیں:

1: الإجماع على أربعة أقسام إجماع الصحابة رضي الله عنهم على حكم الحادثة نصاً فهو بمنزلة آية من كتاب الله تعالى.

اصول الشاشی ص 196، 195

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجماع کا نئے پیش آنے والے مسئلے پر صراحتاً اتفاق کرنا یہ اجماع قرآن کریم کی آیت کی طرح ہے۔

مثال: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجماع کا صریح اجماع ہے۔ اس کا منکر کافر ہو گا۔

2: ثم إجماعهم بنص البعض وسكوت الباقيين عن الرد... فهو بمنزلة المتواتر

اصول الشاشی ص 196، 195

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی مسئلے پر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجماع صراحت کر دیں اور باقی خاموش ہو جائیں تردید نہ کریں یہ حدیث متواتر کی طرح ہے۔

یہ اجماع علم یقینی کا فائدہ تو دیتا ہے اس کا منکر حد انتہائی گمراہ تو ہے لیکن کافر نہیں۔

مثال: ایک مجلس کی تین طلاقیں کا تین ہونا۔

3: ثم إجماع من بعدهم فيما لم يوجد فيه قول السلف... فهو بمنزلة المشهور من الأخبار

اصول الشاشی ص 196، 195

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجماع کے بعد امت کا کسی ایسے مسئلے پر اکٹھا ہونا جس پر کسی بھی صحابی کا قول موجود نہ ہو۔ یہ خبر مشہور کی طرح ہے۔ {منکر کافر نہیں}

مثال: مسئلہ استنصاع یعنی آرڈر پر چیز تیار کرانا اس میں معدوم کی بیج ہوتی ہے جس کے جو ازر پر امت متفق ہے۔

4: ثم الإجماع على أحد أقوال السلف... فهو بمنزلة الصحيح من الأحاد

اصول الشاشی ص 196، 195

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجماع کا کسی مسئلے میں اختلاف ہو اور تابعین کسی ایک صحابی کے قول اور فعل پر جمع ہو گئے ہو، یہ خبر واحد کی طرح ہے۔

مثال: ام ولد کا بیع بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجماع کے ہاں جائز نہیں اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجماع کے ہاں جائز ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجماع کے بعد مجتہدین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ام ولد کی بیع جائز نہیں۔

فائدہ:

جس فن کی بات ہوگی اسی فن والوں کا اجماع معتبر ہو گا۔ اگر علم الکلام کی بات ہو تو متکلمین کا اعتبار ہو گا، فقہی مسائل میں فقہاء کا وغیرہ وغیرہ۔

مشہور اصولی امام ابراہیم بن اسحاق الشاشی رحمہ اللہ ت 325ھ فرماتے ہیں:

والمعتبر في هذا الباب إجماع أهل الرأي والاجتهاد فلا يعتبر بقول العوام والمتكلم والمحدث الذي لا بصيرة له في أصول الفقه

اصول الشاشی ص 196

ترجمہ: فقہی مسائل میں مجتہدین، اہل رائے حضرات کا اجماع معتبر ہے۔ عوام، متکلمین اور وہ حضرات جو محض محدث ہیں فقیہ نہیں ان کی بات کا کوئی اعتبار

نہیں ہے۔

اول منکر اجماع:

اس دنیا میں سب سے پہلے اجماع کا انکار ابلیس نے کیا ہے۔

فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ إِلَّا ابْنُ بَلِيسَ

سورۃ الحجر آیت 74، 75

ترجمہ: تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا، مگر ابلیس نے سجدہ سے انکار کر دیا۔

منکر اجماع کی سزا:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۚ وَسَاءَتْ مَصِيرًا

سورۃ نساء آیت 115

ترجمہ: جو شخص ہدایت واضح ہونے کے باوجود رسول کی مخالفت کرے اور ایمان والوں سے ہٹ کر الگ راستہ پر چلے تو ہم اسے اس کے اختیار کردہ راستہ پر چلا دیتے ہیں اور اسے جہنم میں داخل کریں گے جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں منکر اجماع کی دو سزائیں بیان کی گئی ہیں 1: دنیا میں ہدایت نہیں ملتی۔ 2: آخرت میں اس کو جنت نہیں ملتی۔

شبہ: بعض منکرین اجماع تو ہدایت پر آجاتے ہیں۔

جواب:

اس سے مراد وہ منکر اجماع ہے جو ضد کی وجہ سے نہیں مانتا۔ اگر کوئی دلیل کی وجہ سے انکار کرتا ہے تو جب اس کے سامنے دلیل آتی ہے تو وہ مان لیتا ہے۔

نقل کو عقل پر ترجیح دینا:

اگر شریعت کا کوئی عقیدہ و نظریہ دلائل نقلیہ قطعیہ سے ثابت ہو اور اس کا مضمون عقل سے ماوراہو تو اس میں نقل کو عقل پر ترجیح دی جائے گی، محض عقل سے ماوراہونے کی وجہ سے نصوص میں بے جاتاویل کرنا اور اس عقیدہ کا انکار کرنا درست نہیں۔

بدر الدین محمد بن بھادر بن عبد اللہ الزرکشی رحمہ اللہ ج 794ھ لکھتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْهَيْلَةِ أَنَّ النَّبِيَّ الصَّادِقَ إِذَا أَحْبَبَ خَبَرًا لَا يُدْرِكُهُ الْعَقْلُ وَجَبَ الْإِيْمَانُ بِهِ وَتَلَقَّيْهِ بِالْقَبُولِ وَتِلْكَ حَصِيصَةُ الْإِيْمَانِ بِالْغَيْبِ الَّتِي مَدَحَ اللَّهُ بِهَا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُعْتَزِلَةَ لَهَا قَلْدُوا عَقُولَهُمْ أَنْكَرُوا عَذَابَ الْقَبْرِ وَسُؤَالَ مُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ وَوَزْنَ الْأَحْمَالِ وَوَقَعُوا فِي عِقَالِ الضَّلَالِ حَيْثُ عَدَلُوا عَنْ قَوْلِ الْمُعْصُومِ

المحر الجبیطی اصول الفقہ ج 1 ص 114

ترجمہ: اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسی چیز کے بارے میں بتائیں جو ماورائے عقل ہو {سمجھ نہ آئے} تو اس بات پر ایمان لانا، اسے قبول کرنا واجب ہے اور یہی ایمان بالغیب ہے جس کی اللہ پاک نے تعریف فرمائی ہے۔ اور معتزلہ نے جب اپنی عقلوں کو بنیاد بنا کر عذاب قبر، منکر نکیر کے سوال اور وزن اعمال کا انکار کیا۔ تو وہ معصوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر گمراہی کے گڑھے میں جا گرے۔

فائدہ:

عمومی ضابطہ تو یہی ہے کہ نقل کو عقل پر ترجیح ہوتی ہے لیکن بعض صورتوں میں عقل کو نقل پر ترجیح ہوتی ہے۔

مثال 1: عصا کو دائیں ہاتھ میں رکھنا قرآن کریم کی آیت سے ثابت ہے۔

وما تلك بيمينك يا موسى

سورۃ طہ آیت 17

لیکن اگر ایک بندے کے پاس قرآن مجید بھی موجود ہو اور عصا بھی تو عقل کا تقاضا ہے کہ دائیں ہاتھ میں قرآن کریم پکڑے اور بائیں ہاتھ میں عصا کو۔

مثال 2: جمع قرآن کریم کے موقع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عقل کو پیش کیا۔

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاحِ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أُرْسِلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ مَقْتَلًا أَهْلَ الْيَمَامَةِ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي فَقَالَ إِنَّ الْقَتْلَ قَدْ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرْآنِ الْفُرَّانِ وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلَ بِالْقُرْآنِ بِالْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنَ الْقُرْآنِ وَإِنِّي أَرَى أَنَّ تَأْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ هَذَا وَاللَّهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرْاجِعُنِي حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي لِذَلِكَ وَرَأَيْتُ فِي ذَلِكَ الَّذِي رَأَى عُمَرُ قَالَ زَيْدٌ قَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ لَا تَهْمُكَ وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُمُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَتَّبِعُ الْقُرْآنَ فَاجْمَعُهُ فَوَاللَّهِ لَوْ كَلَّفُونِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنْ الْجِبَالِ مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي بِهِ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ كَيْفَ تَفْعَلُونَ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُوَ وَاللَّهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ أَبُو بَكْرٍ يُرْاجِعُنِي حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ لَهُ صَدْرُ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَتَتَّبَعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعُهُ مِنَ الْعُسْبِ وَاللِّخَافِ وَصُدُورِ الرِّجَالِ

صحیح بخاری باب جمع القرآن

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنگ یمامہ کے بعد مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلایا جب میں ان کے پاس پہنچا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ یمامہ کی جنگ میں بہت سارے حفاظ شہید ہو گئے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ اگر ایسے ہی جنگوں میں حفاظ شہید ہوتے رہے تو قرآن مجید کا بہت سارا حصہ ان کے سینوں ہی میں چلا جائے گا؛ اس لئے میری رائے یہ ہے آپ قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دے دیں۔ میں نے عمر سے کہا کہ جو کام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ ہم کیسے کریں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم اس میں خیر ہی خیر ہے یہ مجھ سے بار بار اصرار کرتے رہے؛ بالآخر اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لیے کھول دیا اور اب میری رائے بھی یہی ہے جو عمر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: تم نوجوان بھی ہو اور سمجھدار بھی ہو عادل بھی ہو ہم آپ میں کسی طرح کی تہمت موجود نہیں پاتے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی بھی رہے ہو لہذا تم قرآن کریم کی آیات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے تلاش کرو اور ان کو جمع کرو۔

حت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ خدا کی قسم اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مجھے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم فرماتے تو یہ میرے لیے قرآن کریم جمع کرنے سے زیادہ آسان تھا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا کہ آپ حضرات ایسا کام کیوں کرتے ہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ یہ تو اچھا ہی کام ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس بارے میں مسلسل مجھ سے اصرار کرتے رہے؛ یہاں تک کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لیے کھول دیا۔ چنانچہ میں نے قرآن کریم کے اجزاء کو تلاش کرنا شروع کیا اور اسے کھجور کی شاخوں، باریک سفید پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے اکٹھا کر کے ایک جگہ جمع کر دیا۔

فائدہ: یہاں بظاہر عقل کو ترجیح دی ہے جبکہ عقل کی بنیاد نقل ہی ہے کیونکہ ادب نقل سکھاتی ہے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فضیلت یہ بھی نقل سے ثابت ہے اسی طرح حفاظت قرآن نقل سے ثابت ہے تو یہاں عقل کی بنیاد بھی نقل ہی ہے۔

اپنے عقائد کی حقانیت کا یقین ضروری ہے:

امام زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ ت 970ھ فرماتے ہیں:

إِذَا سُئِلْنَا عَنْ مَذْهَبِنَا وَمَذْهَبِ مُخَالِفِينَا فِي الْفُرُوعِ، يَجِبُ عَلَيْنَا أَنْ نُجِيبَ بِأَنَّ مَذْهَبَنَا صَوَابٌ يَحْتَمِلُ الْخَطَأَ وَمَذْهَبُ مُخَالِفِينَا خَطَأٌ يَحْتَمِلُ الصَّوَابَ، لِأَنَّكَ لَوْ قَطَعْتَ الْقَوْلَ لَمَّا صَحَّ قَوْلُنَا إِنَّ الْمُجْتَهِدَ يُحْطِئُ وَيُصِيبُ.

وَإِذَا سُئِلْنَا عَنْ مُعْتَقَدِنَا وَمُعْتَقَدِ خُصُومِنَا فِي الْعُقَائِدِ يَجِبُ عَلَيْنَا أَنْ نَقُولَ: الْحَقُّ مَا نَحْنُ عَلَيْهِ وَالْبَاطِلُ مَا عَلَيْهِ خُصُومُنَا.

الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفہ النعمان ص 330 فائدہ فی اعتقاد الانسان فی مذہبہ ومذہب غیرہ

ترجمہ: جب فروعی مسائل کے بارے میں ہم سے ہمارے اور ہمارے مخالف کے موقف کے بارے میں پوچھا جائے تو ہماری ذمہ داری ہے ہم یہ جواب دیں کہ ہمارا موقف درست ہے اس میں خطا کا احتمال ہے ہمارے مخالف کا موقف خطا ہے جس میں درستگی کا احتمال ہے۔ اس لیے کہ اگر آپ نے یہ جواب دیا کہ ہمارا موقف ہی ٹھیک ہے تو پھر یہ کہنا کہ ”مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور اس کا اجتہاد درست بھی ہوتا ہے“ ٹھیک نہ ہوگا۔ اور جب ہم سے عقیدے سے متعلق ہمارے اور مخالف کے موقف کے بارے میں پوچھا جائے تو ہماری ذمہ داری ہے ہم یہ جواب دیں کہ ہمارا عقیدہ ہی ٹھیک ہے اور ہمارے مخالف کا عقیدہ باطل ہے۔

شبہ:

قُلْ مَنْ يَزِرُكُمْ مِنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلِ اللَّهُ وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

سورۃ سبا آیت 24

ترجمہ: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے پوچھیں تمہیں آسمان وزمین سے رزق کون دیتا ہے؟ آپ فرمادیں: اللہ پاک ہی رزق دیتے ہیں۔ بیشک ہم یا تم ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما رہے ہیں ہم حق پہ ہیں یا تم حق پہ ہو یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یقین کے ساتھ خود کو حق پہ نہیں فرما رہے بلکہ شک کے ساتھ فرما رہے ہیں۔ اگر اپنے عقائد کی حقانیت کا یقین ضروری ہے اور خود کو اہل حق کہنا جائز ہے تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ شک کیسے؟

جواب:

آیت کریمہ کا یہ مطلب بیان کرنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنے حق پہ ہونے اور مخالف کے باطل پہ ہونے کا یقین نہیں تھا سو فیصد غلط ہے اور یہ نظریہ رکھنا دیگر نصوص کے بھی خلاف ہے۔

نصوص قرآنی:

دلیل نمبر 1:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود کو حق پہ اور مخالفین کو باطل پہ فرمایا ہے۔

يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا

سورۃ مریم آیت 43

ترجمہ: ابا جان! میرے پاس ایسا علم ہے جو آپ کے پاس نہیں لہذا آپ میری بات مان لیں میں تمہیں سیدھا راستہ بتا دوں گا۔

دلیل نمبر 2:

لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

سورۃ الانبیاء آیت 54

تم اور تمہارے سارے بڑے کھلی گمراہی میں مبتلا ہو۔

دلیل نمبر 3:

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ

سورة النمل آیت 79

ترجمہ: اے پیغمبر آپ اللہ پر بھروسہ فرمائیں بیشک آپ واضح حق پر ہیں۔

دلیل نمبر 4:

هَذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ بَلِ الظَّالِمُونَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ

سورة لقمان آیت 11

ترجمہ: یہ چیزیں تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں [آسمان بنائے، زمین بنائی، پہاڑ پیدا کئے، زمین میں جاندار پھیلانے، آسمان سے بارش برسا کے قسم قسم کے نباتات پیدا کئے] اگر اللہ کے سوا کسی نے کچھ پیدا کیا ہے تو مجھے دکھاؤ۔ [اگر اللہ کے علاوہ کسی نے کچھ پیدا کیا نہیں کیا پھر بھی کوئی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو وہ ظالم ہے اور] عالم کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

دلیل نمبر 5:

ذَلِكَ بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ

سورة محمد آیت 3

ترجمہ: کفار نے باطل کی پیروی کی اور ایمان والوں نے اپنے رب کی طرف سے آنے والے حق کی اتباع کی اس لئے اہل ایمان کو معاف کر دیا گیا۔

حدیث مبارک:

1. عن ثوبان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تزال طائفة من أمتي على الحق ظاهرين

سنن ترمذی باب ماجاء فی الأئمة المضلین

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کا فرمان نقل کرتے ہیں آپ علیہ السلام نے فرمایا میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پہ رہے گی جو غالب ہوگی

2. عن عمر بن الخطاب قال قَاتِلْتُ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ أَلَسْتُ نَبِيَّ اللَّهِ حَقًّا قَالَ بَلَى قُلْتُ أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُّوْنَا عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ بَلَى

صحیح البخاری باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب وكتابة الشروط

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ حدیبیہ کے موقع پر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ کیا ہم حق پہ اور ہمارا دشمن باطل پہ نہیں؟ آپ علیہ السلام نے جواب دیا کہ عموماً ہم اہل حق اور ہمارے مخالف اہل باطل ہیں۔

فتویٰ امام طحاوی:

امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ الأزدی الحنبلی المصری الطحاوی ت 321ھ فرماتے ہیں

وُحِبُّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُفَرِّطُ فِي حُبِّ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَلَا نَتَبَرَّأُ مِنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنُبْغِضُ مَنْ يُبْغِضُهُمْ وَبَعْدُ الْخَيْرِ يَدُ كُزْهُمْ وَلَا نَدُ كُزْهُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ وَنَرَى حُبَّهُمْ دِينًا وَإِيمَانًا وَاحْسَانًا وَبُغْضُهُمْ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَطُغْيَانًا.

عقیدہ طحاویہ عقیدہ نمبر 93

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے محبت کرتے ہیں البتہ کسی کی محبت میں غلو کرتے ہیں نہ کسی سے براءت کرتے ہیں۔ ہم ایسے شخص سے

بغض رکھتے ہیں جو ان سے بغض رکھے اور برائی سے ان کا تذکرہ کرے۔ ہم جب بھی صحابہ کا تذکرہ کریں گے تو خیر ہی سے کریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کو دین، ایمان اور احسان سمجھتے ہیں اور ان سے نفرت کرنے کو کفر، منافقت اور سرکشی سمجھتے ہیں۔
وَعُلَمَاءُ السَّلَفِ مِنَ السَّابِقِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِينَ - أَهْلُ الْخَيْرِ وَالْأَثَرِ وَأَهْلُ الْفَقْهِ وَالنَّظَرِ - لَا يُذَكَّرُونَ إِلَّا بِالْجَمِيلِ وَمَنْ ذَكَرَهُمْ بِسُوءٍ فَهُوَ عَلَى غَيْرِ السَّبِيلِ.

عقیدہ طحاویہ عقیدہ نمبر 97

ترجمہ: پہلے والے علماء اور ان کے متبعین علماء جو نیک سیرت محدثین اور صاحب نظر فقہاء ہیں، ان کا تذکرہ اچھے الفاظ میں کرنا چاہیے اور جو ان کی برائی کرے وہ سیدھے راستے پر نہیں بلکہ گمراہ ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ عقیدہ طحاویہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، ملائکہ، آسمانی کتابیں، انبیاء علیہم السلام، تقدیر، قبر کا سوال و جواب ثواب و عذاب، رویت باری تعالیٰ، معراج، حوض کوثر، شفاعت، لوح و قلم، عرش و کرسی، جہاد و حج، جنت و جہنم، محبت صحابہ، ادب ازواج مطہرات، احترام آل رسول، سلف صالحین اور کرامات اولیاء وغیرہم عقائد بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں

فَهَذَا دِينُنَا وَاعْتِقَادُنَا ظَاهِرًا وَبَاطِنًا وَنَحْنُ بُرَاءٌ إِلَى اللَّهِ مِنْ كُلِّ مَنْ خَالَفَ الذِّمِّيَّ ذَكَرًا وَبَيِّنًا.

ترجمہ: یہی ہمارا دین اور عقیدہ ہے ظاہر میں بھی اور دل میں بھی اور جو شخص ان مذکورہ عقائد کا مخالف ہو ہم اللہ کے سامنے ایسے شخص سے براءت کا اعلان کرتے ہیں۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ صحیح عقائد و نظریات پر کاربند رہنے اور غلط آراء اور فرقہ ہائے باطلہ سے بچنے کی دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَنَسْأَلُ اللَّهَ تَعَالَى أَنْ يُخَيِّرَنَا عَلَى الْإِيمَانِ وَيُخَيِّرَ لَنَا بِهٖ وَيُعْصِمَنَا مِنَ الْأَهْوَاءِ الْمُخْتَلِفَةِ وَالْأَرَءِ الْمُتَفَرِّقَةِ وَالْمَذَاهِبِ الرَّدِّيَّةِ مِثْلِ الْمَشْهَةِ وَالْمُعْتَرِ لَةِ وَالْجَهْمِيَّةِ وَالْجَبْرِيَّةِ وَالْقَدَرِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ مِنَ الَّذِينَ خَالَفُوا السُّنَّةَ وَالْجَمَاعَةَ وَاتَّبَعَ الْبِدْعَةَ وَالضَّلَالََةَ وَنَحْنُ مِنْهُمْ بُرَاءٌ وَهُمْ عِنْدَنَا ضَلَالٌ وَأَرْدِيَاءٌ وَاللَّهُ الْعُصْبَةُ وَالتَّوْفِيقُ. وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَالْيَقِينِ الْمَرْجِعُ وَالْمَبَاطُ.

ترجمہ: ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں ایمان پر ثابت قدم فرما، ایمان پر ہی ہمارا خاتمہ فرما، ہر قسم کی خواہشات نفسانیہ، جداگانہ آراء اور مشہبہ، معتزلہ، جہمیہ، جبریہ، قدریہ جیسے مردود مذاہب سے ہماری حفاظت فرما اور ان کے علاوہ ان لوگوں سے بھی ہمیں محفوظ فرما جو اہل السنۃ والجماعۃ کے مخالف ہیں اور بدعت و گمراہی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم ان سب سے بری ہیں۔ یہ تمام لوگ ہمارے نزدیک گمراہ اور مردود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی حفاظت فرمانے والا اور توفیق دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں اور ہم نے بالآخر اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔

آیت کا مطلب:

باقی اس آیت کریمہ کا صحیح مطلب مفسرین سے ملاحظہ فرمائیں:

1: امام ابواسحاق احمد بن ابراہیم الشعلبی النیسابوری رحمہ اللہ ت 427ھ فرماتے ہیں:

هَذَا عَلَى جِهَةِ الْإِنصَافِ فِي الْحُجَّاجِ كَمَا يَقُولُ الْقَائِلُ: أَحَدًا كَاذِبٌ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ صَادِقٌ وَأَنَّ صَاحِبَهُ كَاذِبٌ وَالْمَعْنَى: مَا نَحْنُ وَأَنْتُمْ عَلَى أَمْرٍ وَاحِدٍ. إِنَّ أَحَدَ الْفَرِيقَيْنِ لَمُهْتَدٍ وَالْآخَرُ ضَالٌّ فَالْنَّبِيُّ وَمَنْ مَعَهُ عَلَى الْهُدَى وَمَنْ خَالَفَهُ فِي ضَلَالٍ فَكَذَّبَهُمْ بِأَحْسَنٍ مِنْ تَضَرُّعِ التَّكْذِيبِ. وَقِيلَ هَذَا عَلَى جِهَةِ الْإِسْتِهْزَاءِ بِهِمْ وَهُوَ غَيْرُ شَالٍ فِي دِينِهِ

تفسیر الکشف والبیان سورۃ سبا آیت 24

ترجمہ: آیت کریمہ میں یہ طریقہ دوسرے کو سمجھانے کے لئے اختیار فرمایا جیسے کسی شخص کا دوسرے سے اختلاف ہو تو ایک کہتا ہے کہ دیکھ ہم میں سے کوئی ایک تو جھوٹا ہے یہ بات کہنے والا جانتا ہے کہ میں سچا ہوں اور دوسرا جھوٹا ہے۔ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اے مشرکین ہمارا تمہارا ایک بات پہ توافق ہے کہ ہم میں سے ایک ہدایت یافتہ ہے اور دوسرا گمراہ۔ لہذا حضور علیہ السلام اور اہل ایمان ہدایت یافتہ ہیں اور آپ علیہ السلام کے مخالفین گمراہی میں مبتلا

ہیں۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بڑے اچھے طریقہ سے مشرکین کی صراحتاً تکذیب فرمادی کہ وہ جھوٹے ہیں۔ اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ حضور علیہ السلام کو اپنے ہدایت پہ ہونے میں کوئی شک نہیں تھا آپ نے یہ طریقہ اختیار فرما کے مشرکین پہ چوٹ لگائی کہ اپنے ہاتھ سے پتھر تراش کر ان کو سجدے بھی کرتے ہو اور خود کو اہل حق بھی کہتے ہو؟

2: ابو الفدا عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف ابن کثیر رحمہ اللہ ت 774ھ فرماتے ہیں:

{وَأَنَّا أَوْ إِنَّا كُفَرٌ لَّعَلِّ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ}؛ هَذَا مِنْ بَابِ اللَّفِّ وَالنَّشْرِ.... وَقَالَ عِكْرِمَةُ وَزِيَادُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ: مَعْنَاهُ: إِنَّا نَحْنُ لَعَلِّ هُدًى وَإِنَّكُمْ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ.

تفسیر ابن کثیر سورۃ سبا آیت 24

ترجمہ: یہ آیت کریمہ لف نشر مرتب کے باب سے ہے۔ چنانچہ حضرت عکرمہ اور زیاد بن ابی مریم رحمہما اللہ فرماتے ہیں آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم ہدایت پہ ہیں اور تم کھلی گمراہی میں مبتلا ہو۔

فائدہ:

لف کا معنی ہے لپیٹنا، نشر کا معنی ہے پھیلانا اور مرتب کا مطلب ہے پہلے چند چیزیں ذکر کرنا اور اس کے بعد ان کے مناسبات کو ترتیب سے ذکر کرنا۔ چنانچہ اس آیت میں پہلے دو فریقوں کا تذکرہ ہے۔ "انا" سے مراد اہل ایمان اور "ایاکم" سے مراد مشرکین اس کے بعد دو نتیجے ہیں "لعلی ہدی" اس کا تعلق اہل ایمان سے ہے۔ "فی ضلال مبین" اس کا تعلق مشرکین سے ہے۔

3: امام علی بن محمد المعروف خازن رحمہ اللہ ت 725ھ فرماتے ہیں:

وَأَنَّا أَوْ إِنَّا كُفَرٌ لَّعَلِّ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (مَعْنَاهُ مَا نَحْنُ وَأَنْتُمْ عَلَى أَمْرٍ وَاحِدٍ بَلْ أَحَدُ الْفَرِيقَيْنِ مُهْتَدٍ وَالْآخَرُ ضَالٌّ. وَهَذَا لَيْسَ عَلَى طَرِيقِ الشَّكِّ بَلْ جِهَةٌ الْإِلْزَامِ وَالْإِنْصَافِ فِي الْحُجَّاجِ كَمَا يَقُولُ الْقَائِلُ أَحَدُنَا كَاذِبٌ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ صَادِقٌ وَصَاحِبُهُ كَاذِبٌ فَالْتِبَاسُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ تَبِعَهُ عَلَى الْهُدَى وَمَنْ خَالَفَهُ فِي ضَلَالٍ فَكَذَّبَهُمْ مَنْ غَيْرِ أَنْ يَصْرَحَ بِالتَّكْذِيبِ..... وَقِيلَ أَوْ مَعْنَى الْآيَةِ فِي ضَلَالٍ وَإِنَّكُمْ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

تفسیر خازن سورۃ سبا آیت 24

ترجمہ: آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم اور تم دونوں تو ٹھیک ہو نہیں سکتے بلکہ ہم میں سے ایک فریق ہدایت یافتہ ہے اور دوسرا فریق گمراہ ہے۔ اہل ایمان کا یہ کہنا شک کی وجہ سے نہیں [کہ انہیں اپنے اہل حق ہونے کا شک ہو] بلکہ یہ طریقہ دوسرے کو سمجھانے کے لئے اور ان پہ الزام قائم کرنے کے لئے اختیار فرمایا جیسے کسی شخص کا دوسرے سے اختلاف ہو تو ایک کہتا ہے کہ دیکھ ہم میں سے کوئی ایک تو جھوٹا ہے یہ بات کہنے والا جانتا ہے کہ میں سچا ہوں اور دوسرا جھوٹا ہے اب یہ بات متعین ہے کہ حضور علیہ السلام اور اہل ایمان ہدایت یافتہ ہیں اور آپ کے مخالفین گمراہی میں مبتلا ہیں اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بڑے اچھے طریقہ سے مشرکین کی تکذیب بھی فرمادی لیکن صراحتاً یہ نہیں فرمایا کہ تم جھوٹے ہو۔ اس آیت کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم ہدایت پہ ہیں اور تم کھلی گمراہی میں مبتلا ہو۔

4: امام شمس الدین محمد بن احمد الشربینی القاهری الشافعی رحمہ اللہ ت 977ھ فرماتے ہیں:

وَهَذَا لَيْسَ عَلَى طَرِيقِ الشَّكِّ لِأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَشْكْ أَنَّهُ عَلَى هُدًى وَيَقِينُ وَأَنَّ الْكُفَّارَ عَلَى ضَلَالٍ مُّبِينٍ وَإِنَّمَا هَذَا الْكَلَامُ جَارٍ عَلَى مَا نَحْنُ خَاطِبٌ بِهِ الْعَرَبُ مِنَ اسْتِعْمَالِ الْإِنْصَافِ فِي مُحَاوَرَاتِهِمْ عَلَى سَبِيلِ الْفَرْضِ وَالْتِقَادِ، وَيُسَيِّئُهُ أَهْلُ الْبَيَانِ الْإِسْتِدْرَاجَ

تفسیر السراج المنیر سورۃ سبا آیت 24

ترجمہ: مشرکین سے خطاب کا یہ طریقہ اس وجہ سے نہیں کہ حضور علیہ السلام کو اپنے حق پہ ہونے کا شک تھا اس لئے کہ آپ علیہ السلام نے کبھی اپنے حق پہ ہونے اور کفار کے گمراہ ہونے میں شک ہی نہیں کیا بلکہ یہ کلام اہل عرب کے محاورات کے مطابق ہے جس میں ایک بات فرض کر کے دوسرے کو دعوت فکر

دی جاتی ہے اہل بیان اس محاورہ کا نام استدراج رکھتے ہیں [کہ ہم موحد تم مشرک ہو اب خود سوچو ہم میں سے حق پہ کون ہے اور گمراہ کون ہے]۔

5: شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ 1394ھ فرماتے ہیں:

"تحقیق ہم یا تم میں سے ایک فریق یا تو صریح ہدایت پہ ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں یہ تو ممکن نہیں کہ دونوں حق پر ہوں اہل توحید اور اہل شرک دونوں حق پر ہوں یا دونوں غلطی پر ہوں لامحالہ ایک حق پر ہوگا اور وہ ہدایت یافتہ ہوگا اور دوسرا باطل پر ہوگا اور وہ گمراہ ہوگا اور دلائل سے توحید کا حق ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے لہذا آپ ان سے یہ کہ دیجئے کہ جب شرک کا باطل ہونا اور مشرک کا مجرم ہونا ثابت ہو گیا [الخ]"

تفسیر معارف القرآن کاندھلوی ج 6 ص 369 سورۃ سبا آیت 24

ایمان و کفر، سنت و بدعت:

ایمان اور کفر، سنت اور بدعت دو متضاد چیزیں ہیں ایمان اور سنت صحت جبکہ کفر اور بدعت بیماری ہیں جس طرح صحت مند ہونے کے لئے تمام بیماریوں سے پاک ہونا ضروری ہے لیکن بیمار ہونے کے لئے کسی ایک بیماری کا لگ جانا بھی کافی ہے اسی طرح مومن ہونے کے لئے تمام ضروریات ایمان کی تصدیق ضروری ہے اور اہل سنت والجماعت ہونے کے لئے تمام ضروریات اہل سنت کی تصدیق ضروری ہے۔ کافر ہونے کے لئے ضروریات ایمان میں سے کسی ایک کا انکار بھی کافی ہے اسی طرح اہل بدعت ہونے کے لئے ضروریات اہل سنت میں سے کسی ایک کا انکار بھی کافی ہے۔

ایمان کا لغوی معنی:

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ 792ھ فرماتے ہیں:

الایمان فی اللغۃ التصدیق ای ادْعَانُ حُكْمِ الْمَخْبِرِ وَقَبُولُهُ وَجَعَلُهُ صَادِقًا

شرح العقائد النسفیہ ص 299

ترجمہ: ایمان کا لغوی معنی تصدیق ہے یعنی خبر دینے والے کی خبر کا یقین کر کے اسے قبول کرنا اور مخبر کو سچا قرار دینا۔

ایمان کا اصطلاحی معنی:

مفتی بغداد ابوالثناء شہاب الدین سید محمود بن عبد اللہ بن محمود الحسینی آلوسی رحمہ اللہ 1270ھ لکھتے ہیں:

أَمَّا فِي الشَّرْعِ فَهُوَ التَّصَدِيقُ بِمَا عَلِمَ حُجِّيُّ النَّبِيِّ بِهِ ضَرْوَةً تَفْصِيلاً قِيَمًا عَلِمَ تَفْصِيلاً وَاجْمالاً قِيَمًا عَلِمَ إجمالاً

روح المعانی سورۃ البقرۃ آیت 3

ترجمہ: اصطلاح شریعت میں ایمان کہتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چیزیں بدیہی طور پر ثابت ہیں ان تمام چیزوں کی تصدیق کرنا جو چیزیں اجمالاً ثابت ہیں ان پر اجمالی اور جو تفصیلاً ثابت ہیں ان پر تفصیلی ایمان لانا۔

ایمان کی دو قسمیں:

ایمان اجمالی: مومن ہونے کے لیے ایمانیات کا اجمالی اعتقاد کافی ہے، تفصیلات اور ان کے دلائل کا جاننا ضروری نہیں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ایمانیات میں اصل الاصول کا درجہ رکھتا ہے۔ اس میں اجمالی ایمان کافی ہے تو باقی امور میں بھی اجمالی ایمان کافی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مبارکہ میں جو صفات باری تعالیٰ بیان فرمائی ہیں بس انہی کا اعتقاد رکھا جائے۔

ایمان تفصیلی: اللہ تعالیٰ، انبیاء کرام علیہم السلام، ملائکہ، آسمانی کتابیں اور آخرت وغیرہ کے بارے میں جو چیزیں قرآن و سنت میں بالتفصیل آئی ہیں ان

پر تفصیلاً ایمان لانا۔

الایمان لایزید ولا ینقص:

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ 150ھ کے نزدیک ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔
وَلَا يُؤْمِنُ أَهْلُ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا بِزَيْنِذٍ وَلَا يَقْنُصُ.

الفقہ الاکبر

ترجمہ: آسمان والوں اور زمین والوں کے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے نہ کمی۔

سوال:

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ عقیدہ قرآن کریم کی آیات کے خلاف ہے اس لئے کہ قرآنی آیات سے ایمان کا بڑھنا ثابت ہوتا ہے۔
الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

سورۃ آل عمران: آیت 173

ترجمہ: جب کچھ لوگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے کہا کہ بے شک کفار نے تمہارے کے خلاف جنگی سامان جمع کیا ہے، لہذا تم ان سے ڈرو تو ان کی اس بات نے ان کا ایمان مزید بڑھا دیا، اور کہنے لگے کہ ہم کو اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔

وَإِذَا مَا أَنْزَلْنَا سُورَةً فَمِنْهُمْ مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيمَانًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ

سورۃ التوبہ: آیت 124

ترجمہ: اور جب قرآن کریم کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو بڑھایا؟ سو جو لوگ اہل ایمان ہیں اس سورت نے ان کے ایمان کو بڑھا دیا اور وہ خوش ہوتے ہیں۔

جواب نمبر 1:

ایک ہے ایمان کی کمیت اور ایک ہے ایمان کی کیفیت۔ ایمان کی کیفیت میں کمی بیشی، اتار چڑھا ہوتا ہے۔ جبکہ ایمان کی کمیت میں کمی بیشی، اتار چڑھا نہیں ہوتا۔

جواب نمبر 2:

ایک ہے ایمان اجمالی اور ایک ہے ایمان تفصیلی۔ ایمان اجمالی نہ بڑھتا ہے نہ کم ہوتا ہے ہاں البتہ ایمان تفصیلی میں تفصیلات معلوم ہونے کے ساتھ ایمان تفصیلی بڑھتا رہتا ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ 792ھ فرماتے ہیں:

وَالْآيَاتُ الدَّالَّةُ عَلَى زِيَادَةِ الْإِيمَانِ مَقْمُولَةٌ عَلَى مَا ذَكَرَهُ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُمْ كَانُوا آمَنُوا فِي الْجُمْلَةِ ثُمَّ يَأْتِي فَرَضٌ بَعْدَ فَرَضٍ وَكَانُوا يُؤْمِنُونَ بِكُلِّ فَرَضٍ خَاصَّةٍ

شرح العقائد النسفية ص 309

ترجمہ: قرآن کریم کی جن آیات میں ایمان بڑھنے کا تذکرہ ہے تو ان کے بارے میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اجمالا ایمان لاتے پھر کوئی حکم فرض ہو جاتا تو وہ اس پر بھی ایمان لے آتے اسی کو ایمان کے بڑھنے سے تعبیر کیا گیا۔

شرائط ایمان:

کسی بھی مکلف کا ایمان تب قبول ہو گا جب ایمان کی شرائط پائی جائیں گی۔ ایمان کی بنیادی دو شرطیں ہیں۔

1: اقرار باللسان: ایمان اصل میں تصدیق قلبی کا نام ہے اقرار باللسان ایمان کی علامت و نشانی ہے اگر کسی انسان سے اقرار باللسان کا مطالبہ کیا جائے

اور وہ زبان سے اقرار نہ کرے تو اس کا ایمان معتبر نہ ہو گا۔

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید المعروف ابن الہمام رحمہ اللہ 861ھ فرماتے ہیں:

اتفق القائلون بعدم اعتبار الاقرار على ان يعتقد انه متى طو لب به اتى به فان طو لب به فلم يقر فهو كفر عند

المسيرة شرح المسامرة عنوان: الخاتمة في بحث الايمان

ترجمہ: جن متکلمین کے ہاں اقرار باللسان ایمان کے لئے ضروری نہیں وہ سب بھی اس بات پر متفق ہیں کہ جب اقرار باللسان کا مطالبہ کیا جائے تو وہ اقرار کرے اگر مطالبہ کے باوجود اقرار نہ کیا تو وہ عنادی کا فرہو گا۔

فائدہ:

بعض متکلمین کے نزدیک ایمان دو چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

1: تصدیق قلبی۔

2: اقرار باللسان۔

جبکہ جمہور متکلمین کے ہاں ایمان فقط تصدیق قلبی کا نام ہے اقرار باللسان ایمان کا حصہ تو نہیں ہاں البتہ بوقت مطالبہ اقرار باللسان ضروری ہے۔

2: برات عن اهل الباطل: مومن ہونے کے لئے تصدیق قلبی، اقرار باللسان کے ساتھ ساتھ ادیان باطلہ سے اعلان برات بھی ضروری ہے۔ اگر

کوئی شخص دل سے تصدیق بھی کرتا ہے، زبان سے اقرار بھی کرتا ہے لیکن دیگر ادیان کو باطل نہیں سمجھتا تو اس کا ایمان معتبر نہیں۔

علامہ محمد بن علی بن محمد المعروف امام علاء الدین الحنفی رحمہ اللہ 1088ھ فرماتے ہیں:

(وإسلامه أن يتبرأ عن الأديان) سوى الإسلام (أو عما انتقل إليه) بعد نطقه بالشهادتين... ولو أتى بهما على وجه العادة لم ينفعه ما لم يتبرأ

الدر المختار: باب المرتد

ترجمہ: مرتد کا اسلام تب قبول ہو گا جب وہ کلمہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ اسلام کے علاوہ تمام ادیان سے یا جو دین اس نے اختیار کر رکھا ہے اس سے اعلان برات کرے۔ ادیان باطلہ سے اعلان برات کئے بغیر صرف کلمہ پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

ایمان و اسلام:

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ 150ھ فرماتے ہیں:

وَالْإِسْلَامُ هُوَ التَّسْلِيمُ وَالْإِنْقِيَادُ لِأَوَامِرِ اللَّهِ تَعَالَى فَمَنْ طَرِيقَ اللُّغَةِ فَرَّقَ بَيْنَ الْإِسْلَامِ وَالْإِيمَانِ وَلَكِنْ لَا يَكُونُ إِيْمَانٌ بِلَا إِسْلَامٍ وَلَا يُوجَدُ إِسْلَامٌ بِلَا إِيْمَانٍ وَهُمَا كَالظَّهْرِ مَعَ الْبَطْنِ

الفقه الأكبر مع شرحه ص 174

ترجمہ: اسلام؛ اللہ تعالیٰ کے اوامر کو تسلیم کرنے اور ان کی اطاعت کرنے کا نام ہے۔ لغوی اعتبار سے تو اسلام اور ایمان میں فرق ہے لیکن ایمان؛ اسلام کے بغیر اور اسلام؛ ایمان کے بغیر نہیں پایا جاسکتا۔ ان کا آپس میں تعلق ایسے ہے جیسے پیٹھ اور پیٹ کا تعلق ہے (کہ ایک کا وجود دوسرے کے بغیر ممکن نہیں ہے)

اسلام اور ایمان میں لغوی فرق:

”اسلام“ کا لغوی معنی ”تسلیم اور اطاعت کرنا“ ہے جبکہ ”ایمان“ کا لغوی معنی ”تصدیق“ ہے۔ لغوی اعتبار سے دونوں میں فرق ہے۔ تصدیق کا محل ”دل“ ہے جس کی ترجمان زبان ہے جبکہ تسلیم اور اطاعت کا مفہوم عام ہے، یہ دل، زبان اور اعضاء و جوارح تینوں سے ممکن ہے۔

اسلام اور ایمان شرعی اعتبار سے ایک:

ایمان اور اسلام میں لغوی اعتبار سے تو فرق ہے لیکن حقیقت میں ایک ہیں۔ کیونکہ ”ایمان“ کا معنی ہے دل سے ماننا اور ”اسلام“ کا معنی ہے دل و جان سے سر تسلیم خم کرنا۔ مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔

معیار ایمان و اسلام:

عقائد اور اعمال میں معیار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں یعنی عقیدہ اور عمل وہی معتبر ہو گا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین والا ہو گا۔ ایمان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے معیار ہونے کی دلیل یہ آیت ہے:

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا﴾

(سورة البقرة: 137)

ترجمہ: اگر لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جیسا ایمان لائیں گے تو ہدایت پائیں گے۔ اور اعمال میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے معیار ہونے کی دلیل یہ آیت ہے:

﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾

(سورة التوبة: 100)

ترجمہ: مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے، اور جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہے اور وہ اللہ پاک سے راضی ہیں۔

سوال:

اللہ رب العزت نے ایمان کے قبول ہونے کی شرط یہ لگائی کہ تمہارا ایمان صحابہ کے ایمان جیسا ہو تو میں قبول کروں گا۔ صحابہ کے ایمان جیسا ایمان ہونا ناممکن ہے کیونکہ صحابہ کے ایمان کی کیفیت نبی کی صحبت کی وجہ سے ہے، نہ نبی نے آنا ہے نہ نبی کی صحبت ملنی ہے اور نہ صحابی جیسا ایمان ہونا ہے۔ تو ہمیں اس چیز کا حکم دیا جا رہا ہے جس کی ہم میں استطاعت ہی نہیں۔ یہ تکلیف مالا یطاق ہے۔

جواب:

”مثال“ کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔

1: مثال بالکیفیت (کیفیات اور احوال میں)

2: مثال بالکمیت (مقدار میں)

تو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمہاری ایمانی کمیت صحابہ کی ایمانی کمیت جیسی ہو، مطلب یہ کہ جن جن چیزوں پر وہ ایمان لائے ہیں ان چیزوں پر ایمان لاؤ گے تو کامیابی ہے، اس سے کیفیت ایمان مراد نہیں۔

مثال:

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ

سورة الطلاق: آیت 12

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا فرمائے اور سات ہی زمینیں پیدا فرمائیں۔

اس آیت کریمہ میں مثال سے مراد مثال بالکمیت ہے یعنی جس طرح سات آسمان بنائے اسی طرح سات زمینیں بنائی ہیں۔

کفر کا لغوی معنی:

علامہ محمد عبدالروف بن تاج العارفین المناوی رحمہ اللہ ت 1031ھ لکھتے ہیں:

الكفر تغطية ما حقه الإظهار

التعاريف فصل الغاء

ترجمہ: جس چیز کو ظاہر کرنا چاہئے اسے چھپالینا کفر کہلاتا ہے۔

کفر کا اصطلاحی معنی:

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ التفازانی رحمہ اللہ ت 792ھ کفر کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الْكُفْرُ عَدُّهُ الْإِيمَانِ عَمَّا مِنْ شَأْنِهِ

شرح المقاصد فی علم الکلام ج 2 ص 267

ترجمہ: جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے ان پر ایمان نہ لانا کفر ہے۔

کفر کی اقسام:

1: کفر انکار: اسلام کو ظاہر اور باطناً نہ ماننا جیسے عامۃ الکفار کا کفر۔

2: کفر نفاق: زبان سے اسلام کا اظہار کرنا مگر دل سے انکار کرنا جیسے عبد اللہ بن ابی کا کفر۔

نفاق کی قسمیں:

نفاق کی دو قسمیں ہیں:

1: نفاق اعتقادی: اسلام کا اظہار کر کے کفر کو چھپانا جیسے عبد اللہ بن ابی وغیرہ کفر کی یہ قسم انتہائی خطرناک ہے اور اس کا اخروی انجام سب سے برا ہے۔

2: نفاق عملی: دل میں ایمان موجود ہو اور زبان سے اس کا اظہار بھی کیا جائے لیکن بعض کام ایسے کئے جائیں جو منافق کی علامتیں ہیں جیسے جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا، امانت میں خیانت کرنا، فجر اور عشاء کی نماز میں سستی کرنا وغیرہ۔

فائدہ:

احادیث میں منافقین کی کئی علامات بتائی گئی ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ إِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا أُوْتِيَ خَانَ

صحیح بخاری باب علامۃ المنافق

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین علامتیں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو خلاف کرے اور اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

اس جیسی احادیث کا مطلب یہ نہیں کہ انسان جس بندے میں یہ علامات دیکھے تو اس پر نفاق کا فتویٰ لگائے بلکہ حدیث مبارک کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان خود کو ان علامات سے بچانے کی فکر کرے۔

3: کفر ارتداد: اپنی مرضی اور رضامندی سے اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام سے پھر جانا جیسے عبد اللہ بن نواحہ کا کفر۔

4: کفر شرک: اللہ کو مان کر اس کی ذات یا مخصوص صفات میں کسی غیر کو شریک کرنا جیسے ابو جہل کا کفر۔

5: کفر کتابی: پہلی کسی آسمانی کتاب کو ماننا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد قرآن کریم کا انکار کرنا جیسے مدینہ منورہ کے اہل کتاب
6: کفر دہری یا کفر معطلی: وجود باری تعالیٰ کا انکار کرنا، زمانہ کو قدیم ماننا۔

7: کفر زندقہ: ایمان کا دعویٰ کر کے ضروریات دین کا صراحتاً انکار کرنا یا ایسی تاویل کرنا جو امت کے متواتر عقیدہ کے منافی ہو جیسے قادیانیوں کا ختم نبوت
میں ظلی بروزی تاویل کرنا۔

8: کفر جود: دل سے ایمان کی حقانیت سمجھتا ہو مگر زبان سے اقرار نہ کرے جیسے ابلیس۔

فائدہ: ویسے تو ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے لیکن بوقت مطالبہ اقرار باللسان بھی ضروری ہے، اگر کوئی بوقت مطالبہ زبان سے اقرار نہ کرے تو مومن نہ
ہو گا۔

9: کفر عناد: دل سے بھی حق سمجھتا ہے زبان سے اقرار بھی کرتا ہے مگر اسے قبول نہیں کرتا جیسے خواجہ ابوطالب۔

ان میں سے پہلی سات اقسام کا تذکرہ علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ نے جبکہ آخری دو کا اضافہ خاتم المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیری
رحمہ اللہ 1352ھ نے کیا ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ لکھتے ہیں:

قَدْ ظَهَرَ أَنَّ الْكَافِرَ إِسْمٌ لِمَنْ لَا إِيمَانَ لَهُ فَإِنْ أَظْهَرَ الْإِيمَانَ خُصَّ بِاسْمِ الْمُنَافِقِ وَإِنْ طَرَأَ كُفْرُهُ بَعْدَ الْإِسْلَامِ خُصَّ بِاسْمِ الْمُرْتَدِّ لِرُجُوعِهِ عَنِ
الْإِسْلَامِ وَإِنْ قَالَ بِاللَّهِينِ أَوْ أَكْثَرَ خُصَّ بِاسْمِ الْمُشْرِكِ لِإِتِّبَاتِهِ الشَّرِّ يَكُ فِي الْأُلُوْهِيَّةِ وَإِنْ كَانَ مُتَدَيِّبًا بِبَعْضِ الْأَذْيَانِ وَالْكُتُبِ الْمَنَسُوخَةِ
خُصَّ بِاسْمِ الْكَتَابِيِّ كَالْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ وَإِنْ كَانَ يَقُولُ بِقَدَمِ الدَّهْرِ وَإِسْنَادِ الْحَوَادِثِ إِلَيْهِ خُصَّ بِاسْمِ الدَّهْرِيِّ وَإِنْ كَانَ لَا يُثْبِتُ الْبَارِي
تَعَالَى خُصَّ بِاسْمِ الْمُعْطَلِّ وَإِنْ كَانَ مَعَ اعْتِرَافِهِ بِنُبُوءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِظْهَارِهِ شُعَائِرَ الْإِسْلَامِ بِبُظْنِ عَقَائِدِهِ كُفْرٌ بِالْإِتِّفَاقِ
خُصَّ بِاسْمِ الزِّنْدِيقِ

شرح المقاصد فی علم الکلام ج 2 ص 269، 268

ترجمہ: یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جو مومن نہ ہو اسے ”کافر“ کہتے ہیں۔ اگر دل میں ایمان نہ ہو مگر ایمان کا دعویٰ کرے تو وہ ”منافق“ ہے۔ اگر ایمان لانے کے
بعد کافر ہو جائے تو اسے ”مرتد“ کہتے ہیں اس لئے کہ وہ اسلام سے پھر گیا ہے، اور اگر کئی معبودوں کی عبادت کا قائل ہو تو اسے ”مشرک“ کہا جائے گا اس
لئے کہ وہ الوہیت میں شرکت کا قائل ہے، اگر کوئی شخص پہلی آسمانی کتابوں میں سے کسی کتاب یا گزشتہ ادیان میں سے کسی دین کا پابند ہو جیسے یہود و نصاریٰ تو
اسے ”کتابی“ کہا جاتا ہے، اگر کسی کا نظریہ ہو کہ عالم قدیم ہے اور وہ حوادث کو زمانہ کی طرف منسوب کرتا ہو تو اسے ”دھریہ“ کہتے ہیں، اگر کوئی شخص وجود
باری تعالیٰ کا قائل ہی نہ ہو تو اسے ”معطلی“ کہا جاتا ہے، اگر کوئی شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا قائل ہو اور ظاہری طور پر اسلامی شعائر
{نماز، روزہ وغیرہ} کا پابند ہو مگر دل میں ایسے نظریات رکھتا ہو جو بالاتفاق کفریہ ہیں تو اسے ”زندیق“ کہتے ہیں۔

خاتم المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ 1352ھ لکھتے ہیں:

وَأَمَّا كُفْرُ الْجُحُودِ فَهُوَ أَنْ يَعْرِفَ الْحَقَّ بِقَلْبِهِ وَلَا يَقَرَّ بِلِسَانِهِ كَكُفْرِ إِبْلِيسَ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ يَعْنِي كُفْرَ الْجُحُودِ
وَأَمَّا كُفْرُ الْمَعَانِدَةِ فَهُوَ أَنْ يَعْرِفَ بِقَلْبِهِ وَيَقَرَّ بِلِسَانِهِ وَلَا يَتَدَيَّنَ بِهِ كَكُفْرِ أَبِي طَالِبٍ

فیض الباری علی صحیح البخاری کتاب الایمان، اقسام الکفر ج 1 ص 71

ترجمہ: کفر جود دل سے حق کو پہچانتا ہو لیکن زبان سے اس کا اقرار نہ کرتا ہو جیسے ابلیس کا کفر اور یہود کے بارے اللہ پاک نے فرمایا جب نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم ان کے پاس وہ حق لیکر آئے جسے وہ پہچانتے تھے تو انہوں نے انکار کر دیا۔ کفر عناد دل سے بھی حق سمجھتا ہو زبان سے اقرار بھی کرتا ہو لیکن
اسے قبول نہ کرے جیسے ابوطالب۔

فائدہ:

کفر کی تمام اقسام اگرچہ آج موجود ہیں لیکن ہم کسی شخص کو کفر نفاق کی بنیاد پر منافق نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ کفر نفاق میں زبان سے اسلام کا اظہار اور دل میں کفر ہوتا ہے جسے معلوم کرنے کا واحد ذریعہ وحی الہی ہے اس لئے کفر نفاق دور نبوت کے ساتھ مختص ہے۔
مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ 1396ھ فرماتے ہیں:

کیا کفر و نفاق عہد نبوی کے ساتھ مخصوص تھا یا اب بھی موجود ہیں؟ اس معاملہ میں صحیح یہ ہے کہ منافق کے نفاق کو پہچاننا اور اس کو منافق قرار دینا دو طریقوں سے ہوتا تھا ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بذریعہ وحی بتلادیا کہ فلاں شخص دل سے مسلمان نہیں منافق ہے دوسرے یہ کہ اس کے کسی قول و فعل سے کسی عقیدہ اسلام کے خلاف کوئی بات یا اسلام کی مخالفت کا کوئی عمل ظاہر اور ثابت ہو جائے، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات کے بعد انقطاع وحی کے سبب ان کے پہچانے کی پہلی صورت تو باقی نہ رہی مگر دوسری صورت اب بھی موجود ہے جس شخص کے کسی قول و فعل سے اسلامی قطعی عقائد کی مخالفت یا ان پر استہزاء یا تحریف ثابت ہو جائے مگر وہ اپنے ایمان و اسلام کا مدعی بنے تو وہ منافق سمجھا جائے گا ایسے منافق کا نام قرآن کریم کی اصطلاح میں ملحد ہے، الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا (۴:۴۱) اور حدیث میں اس کو زندیق کے نام سے موسوم کیا گیا ہے مگر چونکہ اس کا کفر دلیل سے ثابت اور واضح ہو گیا اس لئے اس کا حکم سب کفار جیسا ہو گیا الگ کوئی حکم اس کا نہیں ہے اسی لئے علماء امت نے فرمایا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد منافقین کا قضیہ ختم ہو گیا اب جو مومن نہیں وہ کافر کہلائے گا۔

تفسیر معارف القرآن سورة البقرة: آیت 13

فتویٰ تکفیر میں احتیاط:

کسی کے بارے میں کفر کا فتویٰ دینا ایک نازک مرحلہ ہے جس میں اعتدال کی بے حد ضرورت ہے۔
قاضی ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض مالکی رحمہ اللہ 544ھ نقل کرتے ہیں ”لَا يَحْتَاحُ الْكَافِرُ فِي الْمِلَّةِ وَالْخُرَاجِ مُسْلِمًا عَظِيمًا فِي الدِّينِ“

الشفاعتعريف حقوق المصطفى فصل في تحقيق القول في إكفار المتأولين

ترجمہ: کسی کے ایمان یا کفر کا فتویٰ دینا بہت نازک مسئلہ ہے۔

اس لئے کہ کسی پر کفر کا فتویٰ لگانے کا مطلب اسے سلام کرنا ناجائز، قلبی تعلق رکھنا ناجائز، نکاح ناجائز، اگر فوت ہو جائے تو اس کا جنازہ پڑھنا، دعائے مغفرت کرنا ناجائز اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا ناجائز ہے اس لئے اس میں مکمل احتیاط کی ضرورت ہے۔

عدم تکفیر کے اسباب:

اس بارے میں چند امور پیش نظر رہنے چاہئے۔

1: احتمال:

اگر کوئی مومن ایسا جملہ یا کلمہ کہدے جس میں کئی احتمال ہوں ان میں اکثر کفریہ اور کوئی ایک ایمان کا ہو تو اس کے بارے میں اچھا گمان رکھتے ہوئے اس کے قول میں تاویل کر کے اسے کفر سے بچانے کی کوشش کی جائے گی۔

امام زین العابدین ابن نجیم المصری الحنفی 970ھ فرماتے ہیں:

"وَفِي الْخُلَاصَةِ وَعَبَرَهَا إِذَا كَانَ فِي الْمَسْأَلَةِ وَجُوهٌ تَوْجِبُ التَّكْفِيرَ وَوَجْهٌ وَاحِدٌ يَمْنَعُ التَّكْفِيرَ فَعَلَى الْمُفْتِي أَنْ يَمِيلَ إِلَى الْوَجْهِ الَّذِي يَمْنَعُ التَّكْفِيرَ تَحْسِينًا لِلظَّنِّ بِالْمُسْلِمِ زَادَ فِي الْبَوَازِيَةِ إِلَّا إِذَا صَرَاحٌ بِإِدَّةٍ مُوجِبِ الْكُفْرِ فَلَا يَنْفَعُهُ التَّأْوِيلُ حِينَئِذٍ"

الحرا لرائق باب احكام المرتدين

ترجمہ: خلاصۃ الفتاویٰ اور دیگر کتب میں ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کئی احتمال کفر کے اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو مفتی کو چاہئے ایمان والے احتمال کو لے (کفر کا فتویٰ نہ دے) اس لئے کہ مسلمان کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہئے۔ بزاتیہ میں یہ اضافہ ہے کہ اگر قائل خود ہی کفر والے احتمال کو متعین کر دے تو پھر کسی کی تاویل اسے کفر سے نہیں بچا سکتی۔

مثال:

امام محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعی ت 942ھ امام اعظم ابو حنیفہ ت 150ھ کے بارے لکھتے ہیں:

ان رجلاً قصد أباحنیفة فقال ما تقول فی رجل لا یرجو الجنة، ولا یخاف من النار، ولا یخاف الله تعالى، ویأكل المبیة، ویصلی بلا ركوع ولا سجود، ویشهد بما لا یرئ، ویبغض الحق، ویحب الفتنة، ویفر من الرحمة، ویصدق الیهود والنصارى؟ فقال له أبو حنیفة: وكان یعرفه شدید البغض له یا فلان سألتنی عن هذه، ولك بها علم؟ قال الرجل: لا ولكن لم أجد شیئاً هو أشنع من هذا فسألتك عنه فقال أبو حنیفة لأصحابه: ما تقولون فی هذا الرجل؟ قالوا: شر رجل، هذه صفات كافر فتبسم أبو حنیفة، وقال: لأصحابه هو من أولیاء الله تعالى حقاً، ثم قال للرجل: إن أنا أخبرتك أنه من أولیاء الله حقاً تكف عني شر لسانك، ولا تملى على الحفظة ما یضرك؟ قال: نعم، فقال: أما قولك: إنه لا یرجو الجنة ولا یخاف من النار، فإنه یرجو رب الجنة ویخاف رب النار، وقولك: لا یخاف الله، فإنه لا یخاف الله تعالى ان یجور علیه.. قال الله تبارك وتعالى: "ومار بك بظلام للعبيد"

وقولك: يأكل المبیة، فهو اكل السمك، وقولك: یصلی بلا ركوع ولا سجود، اراد صلوة الجنابة وفي رواية اراد الصلوة على النبی ﷺ وقولك: یشهد بما لم یره، فهو شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمداً عبده ورسوله، وقولك: یبغض الحق، فهو یحب البقاء حتی یطیع الله تعالى یبغض الموت وهو الحق، قال الله تعالى: "وجاءت سكرة الموت بالحقى" وقولك یحب الفتنة، أراد أنه یحب المال والولد قال الله تعالى: "إنما أموالکم وأولادکم فتنة" وقولك: یفر من الرحمة، أراد أن یفر من المطر.. وقولك: یصدق الیهود والنصارى، اراد قوله تعالى: "وقالت الیهود لیست النصارى على شیء، وقالت النصارى لیست الیهود على شیء" فقام الرجل وقبّل رأسه وقال: اشهد انك على الحق

عقود الجمان فی مناقب الام الاعظم ابی حنیفة النعمان ص: 246

ترجمہ: ایک شخص جو امام صاحب سے بغض رکھتا تھا، آپ کی مجلس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ایک شخص خود کو مسلمان ظاہر کرتا ہے مگر نہ توجنت کی خواہش رکھتا ہے اور نہ ہی جہنم سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا، مردہ کھاتا ہے، بغیر رکوع اور سجدے کے نماز پڑھتا ہے، اس چیز کی گواہی دیتا ہے جسے اس نے دیکھا بھی نہیں، حق بات کو پسند نہیں کرتا، فتنہ سے محبت کرتا ہے۔ اللہ کی رحمت سے دور بھاگتا ہے اور یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے۔ تو ایسے آدمی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو علم تھا کہ یہ شخص مجھ سے بہت زیادہ بغض رکھتا ہے آپ نے اس آدمی سے کہا: اے فلاں آدمی تو نے مجھ سے ان چیزوں کے بارے میں پوچھا ہے حالانکہ تجھے اس کا علم بھی ہے۔ تو وہ آدمی کہنے لگا نہیں مجھے اس کا علم نہیں ہے، میرے خیال میں تو اس سے کوئی آدمی زیادہ برا نہیں ہو گا مزید تسلی کے لئے میں آپ سے سوال کر رہا ہوں۔

امام صاحب نے اپنے شاگردوں سے پوچھا، اس شخص کے بارے تمہاری کیا رائے ہے؟ سب نے کہا: جس شخص میں یہ باتیں موجود ہوں وہ تو بہت ہی برا انسان ہے، یہ تو کافر کی صفات ہیں۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: میرے نزدیک وہ شخص اللہ کا دلی ہے۔

پھر امام صاحب نے اس سائل کو کہا اگر میں تیرے سامنے یہ بات ثابت کر دوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے ہے تو کیا تو اپنی زبان کو مجھے تکلیف پہنچانے سے روک لے گا اور تو اپنا نامہ اعمال ان چیزوں سے نہیں بھرے گا جو تجھے نقصان پہنچاتی ہیں؟ اس نے کہا جی بالکل۔

تو امام صاحب نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: تمہارا یہ کہنا کہ جنت کی خواہش نہیں رکھتا اور جہنم سے نہیں ڈرتا اس کا مطلب ہے کہ یہ شخص جنت کی بجائے

جنت کے مالک کو چاہتا ہے اور جہنم سے ڈرنے کی بجائے جہنم کے مالک سے ڈرتا ہے۔

اور تیرا قول کہ وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس بات کا خوف نہیں رکھتا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ظلم کرے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

تمہارا یہ کہنا کہ مردار کھاتا ہے، اس کا مطلب ہے کہ وہ مچھلی کھاتا ہے جسے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں۔

تمہارا یہ کہنا کہ بغیر رکوع اور سجدہ کے نماز پڑھتا ہے اس کا مطلب ہے کہ جنازہ کی نماز پڑھتا ہے کہ اس میں رکوع اور سجدہ نہیں۔ اور ایک روایت یہ کہ وہ نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتا ہے۔

تمہارا یہ کہنا کہ بغیر دیکھے گواہی دیتا ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ گواہی دیتا ہے اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں۔

تمہارا یہ کہنا کہ حق کو مبغوض رکھتا ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ شخص زندگی کو پسند کرتا ہے؛ تاکہ زیادہ سے زیادہ اللہ کی عبادت کر سکے اور موت کو ناپسند کرتا ہے جبکہ موت حق ہے۔

تمہارا یہ کہنا کہ فتنہ کو پسند کرتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مال اور اولاد سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اَتَمَّا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ"

تمہارا یہ کہنا کہ رحمت سے بھاگتا ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ بارش سے بھاگتا ہے کیونکہ بارش اللہ کی رحمت ہے۔

اور تمہارا یہ کہنا کہ یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے تو اس کا مطلب ہے وہ یہود کے اس قول لیست النصراری علی شیء اور نصاریٰ کے قول لیست الیہود علی شیء کی تصدیق کرتا ہے، جو کہ عین ایمان ہے، یہ سن کر وہ آدمی کھڑا ہوا اور امام صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے حق فرمایا۔

ایک شبہ کا ازالہ:

اس طرح کی عبارات سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی شخص میں ننانوے وجہ کفر ہوں اور ایک وجہ ایمان کی ہو تو بھی اس کو مسلمان سمجھا جائے گا حالانکہ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ کسی شخص میں ننانوے وجہ ایمان کی ہوں اور ایک ایسا جملہ ہو جس میں ننانوے احتمال کفر کے ایک ایمان کا ہو تو اسے کافر نہ کہا جائے بلکہ ایمان والے احتمال کو ترجیح دی جائے گی۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فقہاء نے جو فرمایا ہے کہ اگر ننانوے وجہ کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی تو تکفیر جائز نہیں۔ اگر اس کا وہ مطلب ہو جو نیچری وغیرہ سمجھتے ہیں تو دنیا میں کوئی کافر ہی نہ ہو گا کیوں کہ ہر کافر میں کوئی نہ کوئی تو وجہ اسلام کی پائی جاتی ہے مثلاً کوئی عقیدہ توحید کا، قیامت کا یا کوئی عمل یا کچھ اخلاق سخاوت، مروت رحم وغیرہ تو کیا اس سے اسلام کا حکم کیا جاوے گا؟ سو فقہاء کی یہ مراد نہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر کسی قول یا فعل میں کفر کے تو ننانوے محل محتمل ہوں اور ایک تاویل اسلام کی محتمل ہو تو اس تاویل پر حکم کریں گے۔

کلمۃ الحق: ص 192، ملفوظات حکیم الامت

سوال 498: مشہور ہے کہ اگر کسی شخص میں ننانوے وجہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی تو اس پر کفر کا فتویٰ دینا نہ چاہئے تو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت سے کلمات کو کفر کیلئے وضع کیا ہے تو پھر کلمات کفر کو کفر کیلئے وضع کرنے سے کیا فائدہ؟ اگر محض زجر مقصود ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ فی زمانہ بڑے بڑے عالم بعض لوگوں کو ذرا سی بات پر بلکہ حقیقت میں کلمات کفر کے ارتکاب پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں، اس فتویٰ کو کس پر محمول کرنا چاہئے؟

جواب: اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر ننانوے باتیں کفر کی موجب پائی جاویں تب بھی فتویٰ نہ دیں گے، ننانوے تو بہت ہوتی ہیں اگر ایک امر بھی موجب کفر یقینی پایا جائے تب بھی فتویٰ دیدیں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ خود اس امر میں بہت سے احتمال ہیں بعض احتمالات پر تو وہ موجب کفر ہے اور وہ احتمالات ننانوے ہیں، اور بعض احتمال پر وہ موجب کفر نہیں اور وہ ایک ہے تو اس صورت میں اس امر کو محمول اسی احتمال پر کریں گے جو موجب کفر نہیں اور تکفیر سے احتیاط

کریں گے۔

امداد الفتاویٰ ج 4 ص 393

2: سبقت لسانی:

اگر کسی انسان کی زبان اس کے کنٹرول میں نہ ہو اور غیر اختیاری طور پر اس کی زبان سے کفریہ کلمہ نکل جائے تو وہ کافر نہ ہوگا۔

امام فخر الدین حسن بن منصور المعروف قاضی خان رحمہ اللہ ص 592 لکھتے ہیں:

وَأَمَّا الْحَاطِي إِذَا جَرَى عَلَى لِسَانِهِ كَلِمَةُ الْكُفْرِ خَطَأً بِأَنْ كَانَ ارَادَ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِمَا لَيْسَ بِكُفْرٍ فَجَرَى عَلَى لِسَانِهِ كَلِمَةُ الْكُفْرِ خَطَأً لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ كُفْرًا عِنْدَ الْكَلِّ

فتاویٰ قاضی خان ج 4 ص 469 مکتبہ حقانیہ پشاور

ترجمہ: اگر کسی شخص کی زبان سے غلطی سے کفریہ کلمہ نکل جائے کہ وہ ایسی بات کہنا چاہتا ہے جو کفریہ نہیں لیکن غلطی سے اس کی زبان سے کفریہ کلمہ نکل جاتا ہے تو بالاتفاق وہ کافر نہیں ہوگا۔

مثال 1:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَّهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ حِينَ يَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلَى رَأْسِهِ بَأْرٌ فَلَاةٌ فَأَنْفَلَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَأَيْسَ مِنْهَا، فَأَتَى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِي ظِلِّهَا وَقَدْ أَيْسَ مِنْ رَأْسِهِ، فَبَيَّنَّمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةٌ عِنْدَهُ، فَاخَذَ بِخَطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ: اللَّهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ! أَخْطَأْتُ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ

صحیح مسلم باب فی الحظ علی التوبة والفرح بها

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے کہیں زیادہ خوش ہوتے ہیں جو ایک غیر آباد صحرائ میں اپنی سواری پر سفر کر رہا ہو اس کا کھانا، پینا۔ ساز و سامان اسی وساری پر ہو اور وہ سواری گم ہو جائے۔ وہ انسان اس کی واپسی سے مایوس ہو کر ایک درخت کے سائے میں لیٹ جائے۔ وہ اسی مایوسی کے عالم میں اچانک دیکھتا ہے کہ وہ اونٹنی اس کے پاس کھڑی ہے، وہ اسے نکیل کی رسی سے پکڑ کر بے حد خوشی میں کہتا ہے اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ وہ بندہ خوشی کی شدت کی وجہ سے غلطی کر گیا۔

مثال 2:

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے ایک مرید کہتے ہیں:

میں سو گیا کچھ دیر بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں۔ لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوتا ہے کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیے تھا اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے محمد رسول اللہ کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم بھی ہے کہ اس طرح درست نہیں ہے لیکن بے اختیار زبان سے یہی نکل جاتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور علیہ السلام کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں ہے اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثرِ ناطقی بدستور تھا

لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا لیکن حالت بیداری میں جب کلمہ شریف کی غلطی پر خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروت لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی . حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا۔

(الامداد: ص: 35، ماہ صفر 1334ھ)

3: اکراہ:

اگر کسی بندے کو کفریہ کلمہ کہنے پر مجبور کیا جائے کہ فلاں کلمہ کہو وگرنہ جان سے مار دیں گے اور وہ کفریہ کلمہ کہدے تو کافر نہیں ہوگا۔
وَإِنْ أُكْرِهَ عَلَى الْكُفْرِ بِاللَّهِ تَعَالَى أَوْ سَبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ أَوْ قَطْعِ رُجْصٍ لَهُ إِظْهَارُ كَلِمَةِ الْكُفْرِ وَالسَّبِّ فَإِنَّ أَظْهَرَ ذَلِكَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ فَلَا يَأْتُمُّ وَإِنْ صَبَرَ حَتَّى قُتِلَ كَانَ مُثَابَرًا

الفتاویٰ الہندیہ ج 5 ص 38 کتاب الاکراہ الباب الثانی

ترجمہ: اگر کسی بندے کو قتل کی یا کسی عضو کے کاٹنے کی دھمکی دیکر اللہ تعالیٰ کی ذات کے انکار یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے پر مجبور کیا گیا تو اس کے لئے کفریہ کلمہ کہنے کی اجازت ہے چنانچہ اگر اس نے زبان سے کفریہ کلمہ کہ دیا مگر دل میں تصدیق موجود ہے تو گناہ گار و کافر نہ ہوگا اور اگر اس شخص نے کفریہ کلمہ کہنے سے انکار کر دیا اور دھمکی دینے والے نے اسے قتل کر دیا تو مقتول باجور ہوگا۔

مثال:

عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَمْرٍاءَ بْنِ يَاسِرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَخَذَ الْمُشْرِكُونَ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ فَلَمْ يَتْرُكُوهُ حَتَّى سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرُوا إِلَهُهُمْ بِحَيْرِيَةٍ ثُمَّ تَرَكُوهُ قَالَمًا أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا وَرَاءَكَ؟ قَالَ: شَرٌّ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا تَرَكْتُ حَتَّى نِلْتُ مِنْكَ وَذَكَرْتُ إِلَهُهُمْ بِحَيْرِيَةٍ قَالَ كَيْفَ تَجِدُ قَلْبَكَ؟ قَالَ: مُطْمَئِنًّا بِالْإِيمَانِ قَالَ إِنْ عَادُوا فَعُدْ

السنن الکبریٰ بیہقی باب المکرہ علی الرِّدَّة

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو مشرکین نے پکڑ لیا اور اس شرط پر چھوڑنے کا وعدہ کیا کہ عمار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازیبا کلمات کہے اور مشرکین کے معبودوں کی تعریف کرے آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا جس پر مشرکین نے ان کو چھوڑ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا ہوا؟ حضرت عمار نے عرض کیا یا رسول اللہ بہت برا واقعہ پیش آیا مشرکین مجھے نہیں چھوڑ رہے تھے یہاں تک کہ میں آپ کی شان اقدس میں نازیبا الفاظ کہتا اور ان کے معبودوں کا اچھے الفاظ سے ذکر کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس وقت تمہارے دل کی کیا کیفیت تھی؟ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا دل ایمان پر مطمئن تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ آئندہ بھی اس طرح کا مطالبہ کریں تو تم بھی اس طرح کے جملے کہدینا۔

4: دینی ضرورت:

اگر کسی شخص کے دل میں ایمان موجود ہو اور وہ کسی دینی ضرورت کی وجہ سے زبان سے کفریہ کلمہ کہدے تو وہ کافر نہیں ہوگا۔

تنقیحات متکلم اسلام

مثال:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَغَبَ بَيْنَ الْأَشْرَفِ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَامَ مُحَمَّدٌ

بْنُ مُسْلِمَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَذِنَ لِي أَنْ أَقُولَ شَيْئًا قَالَ قُلْ فَأَتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمَةَ فَقَالَ إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا صَدَقَةً وَإِنَّهُ قَدْ عَنَّا وَإِنِّي قَدْ أَتَيْتُكَ أَسْتَسْلِفُكَ قَالَ وَأَيْضًا وَاللَّهِ لَتَمْلُئَنَّكَ قَالَ إِنَّا قَدْ اتَّبَعْنَاكَ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَدَّعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى أَيْ شَيْءٍ يَصِيرُ شَأْنُهُ وَقَدْ أَرَدْنَا أَنْ تُسَلِّفَنَا وَسُقَا أَوْ وَسُقَيْنَ... فقال ارْهِنُونِي قَالُوا أَيْ شَيْءٍ تُرِيدُ قَالَ ارْهِنُونِي نِسَاءً كُمْ كَيْفَ نَزَهْنِكَ نِسَاءَنَا وَأَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ فَارْهِنُونِي أَبْنَاءَ كُمْ قَالُوا كَيْفَ نَزَهْنِكَ أَبْنَاءَ نَأْفِيسُ أَحَدُهُمْ فَيُقَالُ رَهْنٌ يَوْسَعِي أَوْ وَسُقَيْنَ هَذَا عَارٌ عَلَيْنَا وَلَكِنَّا نَزَهْنِكَ اللَّامَةُ قَالَ سَفِيَانُ يَعْصِي السِّلَاحَ فَوَاعِدُهُ أَنْ يَأْتِيَهُ فُجَاءَةً لَيْلًا وَمَعَهُ أَبُو نَائِلَةَ وَهُوَ أَخُو كَعْبٍ مِنَ الرِّضَاعَةِ فَدَعَاهُمْ إِلَى الْحِصْنِ فَزَلَّ إِلَيْهِمْ فَقَالَتْ لَهُ أَمْرٌ أَنَّهُ أَتَيْنَ فَخَرَجَ هَذِهِ السَّاعَةَ فَقَالَ إِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمَةَ وَأَخِي أَبُو نَائِلَةَ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو قَالَتْ أَسْمَعُ صَوْتًا كَلَنَّهُ يَقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ قَالَ إِنَّمَا هُوَ أَخِي مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمَةَ وَرَضِيْعِي أَبُو نَائِلَةَ إِنَّ الْكَرِيمَ لَوْ دُعِيَ إِلَى طَعْنَةٍ بِلِيلٍ لَأَجَابَ قَالَ وَيَدْخُلُ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمَةَ مَعَهُ رَجُلَيْنِ... فَقَالَ إِذَا مَا جَاءَ فَإِنِّي قَائِلٌ بِشَعْرَةٍ فَأَشْمُهُ فَإِذَا رَأَيْتُمُونِي اسْتَمْتَكَنْتُمْ مِنْ رَأْسِهِ فِدُونَكُمْ فَاضْرِبُوهُ وَقَالَ مَرَّةً ثُمَّ أَشْمَكُمْ فَزَلَّ إِلَيْهِمْ مُتَوَشِّحًا وَهُوَ يَنْفَخُ مِنْهُ رِيحٌ طَيِّبٌ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ رِيحًا أَيْ أَطْيَبَ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو قَالَ عِنْدِي أَعْظَمُ نِسَاءِ الْعَرَبِ وَأَكْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ عَمْرٍو فَقَالَ أَتَأْذِنُ لِي أَنْ أَشْمُ رَأْسَكَ قَالَ نَعَمْ فَشَمَّهُ ثُمَّ أَشْمَ أَصْحَابَهُ ثُمَّ قَالَ أَتَأْذِنُ لِي قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا اسْتَمْتَكَنْ مِنْهُ قَالَ دُونَكُمْ فَقَتَلُوهُ ثُمَّ أَتَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ

صحیح بخاری باب قتلِ کعب بنِ الاشرف

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کعب بن اشرف اللہ اور اس کے رسول کو بہت تکلیف دے رہا ہے اس بد بخت کا کام کون تمام کرے گا؟“ اس پر محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ اسے قتل کرانا چاہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جی ہاں“ حضرت محمد بن مسلمہ نے عرض کیا، پھر آپ مجھے اجازت عنایت فرمائیں کہ میں اس سے کچھ باتیں کہوں آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ اب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور اس سے کہا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے اور اس نے ہمیں تھکا دیا ہے۔ اس لیے میں تم سے قرض لینے آیا ہوں۔ اس پر کعب نے کہا ابھی تم آگے دیکھنا، بخدا تم بالکل اکتا جاؤ گے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا چونکہ ہم نے ان کا کلمہ پڑھ لیا اس لیے جب تک ان کا واضح انجام سامنے نہ آجائے انہیں چھوڑنا بھی مناسب نہیں۔ فی الحال میں تم سے ایک وسق یا دو وسق غلہ قرض لینے آیا ہوں۔ کعب بن اشرف نے کہا میرے پاس کچھ گروی رکھ دو پھر قرض لے جاؤ۔ محمد بن مسلمہ نے پوچھا کیا چیز گروی رکھیں؟ کعب نے کہا، اپنی عورتوں کو رکھ دو۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم عرب کے بہت خوبصورت مرد ہو۔ ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں۔ اس نے کہا، پھر اپنے بچوں کو گروی رکھ دو۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم بچوں کو کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں۔ کل ہمارے بچوں کو عار دلائی جائے گی کہ ایک یا دو وسق غلے پر انہیں رہن رکھ دیا گیا تھا یہ تو غیرت کے خلاف بات ہے۔ البتہ ہم تمہارے پاس اپنے ہتھیار گروی رکھ سکتے ہیں۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس سے دوبارہ ملنے کا وعدہ کیا اور رات کے وقت اس کے یہاں آئے۔ ان کے ساتھ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی ابونا نلہ بھی موجود تھے۔ قلعہ کے پاس جا کر انہوں نے کعب کو آواز دی۔ وہ باہر آنے لگا تو اس کی بیوی نے کہا کہ اتنی رات گئے کہاں باہر جا رہے ہو؟ اس نے کہا، وہ تو محمد بن مسلمہ اور میرا بھائی ابونا نلہ ہے۔ بعض راویوں کے بیان کے مطابق کعب کی بیوی نے اس سے کہا تھا کہ مجھے تو یہ آواز ایسی لگتی ہے جیسے اس سے خون ٹپک رہا ہو۔ کعب نے جواب دیا کہ میرے بھائی محمد بن مسلمہ اور میرے رضاعی بھائی ابونا نلہ ہیں۔ شریف آدمی کو اگر رات میں بھی نیزہ بازی کے لیے بلایا جائے تو وہ نکل پڑتا ہے۔ جب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اندر گئے تو ان کے ساتھ دو آدمی اور بھی تھے۔ جنہیں محمد بن مسلمہ نے سمجھا دیا تھا کہ جب کعب آئے تو میں اس کے سر کے بال پکڑ کر سونگھوں گا۔ جب تمہیں اندازہ ہو جائے کہ میں نے اس کا سر پوری طرح اپنے قبضہ میں لے لیا ہے تو پھر تم تیار ہو جانا اور اسے قتل کر ڈالنا۔ چنانچہ کعب بن اشرف چادر لپیٹے ہوئے باہر آیا، اس کے جسم سے بہت زیادہ خوشبو آرہی تھی۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اس سے اچھی خوشبو میں نے کبھی نہیں سونگھی۔ عمرو کے علاوہ دوسرے راوی کا بیان ہے کہ اس پر کعب نے کہا، میرے پاس عرب کی وہ عورت ہے جو ہر وقت عطر میں بسی رہتی ہے اور حسن و جمال میں بھی اس کی کوئی نظیر نہیں۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کعب سے کہا کیا میں تمہارے سر کو سونگھ سکتا ہوں؟ اس نے اجازت دے دی۔ پہلے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کا سر سونگھا

اور ان کے بعد ان کے ساتھیوں نے بھی سو گنھا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا دوبارہ سر سو گنھنے کی اجازت ہے؟ اس نے اس مرتبہ بھی اجازت دے دی۔ جب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اسے پوری طرح اپنے قابو میں کر لیا تو اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی اطلاع دی۔

5: لزوم کفر:

اگر کوئی شخص ایسی بات کہے جو موجب کفر نہ ہو لیکن اس سے کفر لازم آ رہا ہو تو محض لزوم کفر سے قائل کافر نہ ہو گا جب تک وہ کفر کا التزام نہ کرے ہاں اگر لزوم کفر یقینی اور بالکل واضح ہو تو پھر یہ بھی کفر ہو گا۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز بن احمد بن عبد الرحیم المعروف امام ابن عابدین شامی رحمہ اللہ 1252ھ فرماتے ہیں:

وان وقع الزاماً في المباحث معناه وإن وقع التصريح بكفر المعتزلة ونحوهم عند البحث معهم في رد مذهبهم بأنه كفر أي يلزم من قولهم بكذا الكفر ولا يقتضي ذلك كفرهم لأن لازم المذهب ليس بمذهب

حاشیہ ابن عابدین ج 3 ص 46

ترجمہ: معتزلہ کے ساتھ بحث کے دوران بعض مباحث میں اگر الزام تکفیر کی بھی گئی ہے تو اس کا معنی یہ کہ ان کے موقف و دعویٰ سے کفر لازم آ رہا ہے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ کافر ہو گئے ہیں اس لئے کہ کسی نظریہ سے لازم آنے والی چیز اصل نظریہ نہیں ہوتی۔

مثال:

عن معمر... قال لما قتل على رضي الله عنه الحرورية قالوا من هؤلاء يا أمير المؤمنين أکفار هم قال من الکفر فروا قيل فمنافقين قال إن المنافقين لا يذكرون الله إلا قليلاً وهؤلاء يذكرون الله كثيراً قيل فما هم قال قوم أصابتهم فتنة فعبوا فيها وصموا

مصنف عبد الرزاق باب ما جاء في الحرورية

ترجمہ: حضرت معمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خوارج سے جنگ کر رہے تھے تو لوگوں نے پوچھا امیر المؤمنین کیا یہ خوارج کافر ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کفر سے تو نکل کر آئے ہیں۔ لوگوں نے سوال کیا تو کیا یہ لوگ منافق ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا منافق بہت تھوڑا ذکر کرتے ہیں اور یہ تو بہت ذکر کرتے ہیں۔ لوگوں نے سوال کیا پھر یہ لوگ کون ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ فتنہ میں مبتلا ہو کر بہرے اور اندھے ہو چکے ہیں۔

فائدہ:

کوفہ سے تھوڑے فاصلے پر ایک ”حروراء“ نامی بستی سے خوارج نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی تھی اس لئے خوارج کو حرور یہ بھی کہا جاتا ہے۔

6: ارتکاب کبیرہ:

اگر کوئی مسلمان حالت ایمان میں کسی گناہ کا مرتکب ہو جائے تو اس کی وجہ سے اس پر کفر کا فتویٰ نہیں لگے گا۔

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی (ت 150ھ) فرماتے ہیں:

وَلَا نُكْفِرُ مُسْلِمًا بِذَنْبٍ مِنَ الذُّنُوبِ وَإِنْ كَانَتْ كَبِيرَةً إِذَا لَمْ يَسْتَحْلِلْهَا وَلَا نُزِيلْ عَنْهُ اسْمَ الْإِيمَانِ وَنُسَبُّهُ مُؤْمِنًا حَقِيقَةً وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مُؤْمِنًا فَاسِقًا غَيْرَ كَافِرٍ

(الفقه الاکبر: ص)

ترجمہ: ہم کسی مسلمان کو گناہ کرنے کی وجہ سے کافر نہیں کہتے اگرچہ وہ گناہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہو جب تک کہ وہ اس گناہ کو حلال نہ سمجھے۔ ہم اس سے ”ایمان“ کا

لفظ ختم نہیں کر سکتے بلکہ اسے حقیقی مؤمن ہی کہیں گے کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ ایک شخص مؤمن ہو اور فاسق ہو لیکن کافر نہ ہو۔

امام ابو عبیدہ قاسم بن سلام ہروی رحمہ اللہ ت 224ھ فرماتے ہیں:

ان المعاصی والذنوب لا تزيل إيماناً ولا توجب كفراً ولكنها إنما تنفي من الإيمان حقيقته وإخلاصه

الإيمان للقسام بن سلام ص 33 باب الخروج من الإيمان بالمعاصي

ترجمہ: گناہ ایمان کو ختم نہیں کرتے اور نہ ہی گناہ کی وجہ سے انسان کافر ہوتا ہے ہاں البتہ ایمان کامل اور اخلاص میں کمی ہو جاتی ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ فرماتے ہیں:

واختلف أهل الإسلام فيمن ارتكب الكبيرة من المؤمنين ومات قبل التوبة فالمذهب عندنا عدم القطع بالعفو ولا بالعقاب بل كلاهما في مشيئة الله تعالى لكن على تقدير التعذيب نقطع بأنه لا يخلد في النار بل يخرج البتة لا بطريق الوجوب على الله تعالى بل بمقتضى ما سبق من الوعد وثبت بالدليل كتخليد أهل الجنة.

(شرح المقاصد في علم الكلام للتفتازاني: ج 2 ص 229)

ترجمہ: اہل اسلام کا مرتکب کبیرہ مومن کے بارے میں اختلاف ہے جو توبہ کرنے سے پہلے فوت ہو جائے۔ ہمارا (اہل السنۃ والجماعۃ) کا موقف یہ ہے کہ ہم صاحب کبیرہ کے لیے قطعی طور پر معافی کے قائل ہیں نہ سزا پانے کے بلکہ معافی اور سزا کو اللہ کی مشیت کے سپرد کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم اس بات کے بھی قائل ہیں کہ اگر مرتکب کبیرہ کو سزا ہوئی تو یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہیں جائے گا بلکہ سزا پانے کے بعد جہنم سے ضرور نکلے گا۔ ہاں جہنم سے نکالنا اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کی وجہ سے ہے (کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اہل ایمان کو جنت میں ضرور داخل کرے گا) اور اس دلیل کی بناء پر ہے (کہ اہل ایمان ہمیشہ جہنم میں نہیں جائیں گے) جس طرح اہل جنت کا جنت میں ہمیشہ رہنا دلیل کی بناء پر ہے۔

فائدہ: مرتکب کبیرہ کے مومن ہونے پر چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

دلیل نمبر 1:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ

سورة البقرة: آیت 178

ترجمہ: اے ایمان والو! مقتولین کے بارے میں تم پر قصاص فرض کیا گیا۔

استدلال:

مولانا عبد العزیز پرباڑوی رحمہ اللہ ت 1239ھ فرماتے ہیں:

ووجه الاستدلال ان القاتل الذي كتب عليه القصاص هو قاتل نفس بغير حق فيكون صاحب كبيرة ومع ذلك خوطب بالإيمان

النبراس شرح العقائد ص 227

ترجمہ: وجہ استدلال یہ ہے کہ جس قاتل پر قصاص واجب ہے یہ وہ ہے جس نے ناحق کر کے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے اس کے باوجود اسے مومن کہا گیا ہے۔

دلیل نمبر 2:

وَأِنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا ابْيَنَّهُمَا

سورة الحجرات: آیت 9

ترجمہ: اگر اہل ایمان کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو۔

استدلال:

مولنا عبد العزیز پر ہاڑوی رحمہ اللہ 1239ھ فرماتے ہیں:

ووجه الاستدلال ان القتال مع المومنین ظلماً معصية وقد سمى كلا من الفريقين مومنين

النبراس شرح شرح العقائد ص 228

ترجمہ: استدلال یہ ہے کہ ظلماً اہل ایمان کے ساتھ لڑنا گناہ ہے اس کے باوجود اللہ پاک نے لڑنے والوں کو مومن کہا ہے۔

دلیل نمبر 3:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا

سورة التَّحْرِيم: آیت 8

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ پاک کی بارگاہ میں سچی توبہ کرو۔

استدلال:

مولنا عبد العزیز پر ہاڑوی رحمہ اللہ 1239ھ فرماتے ہیں:

التوبة في اللغة الرجوع وفي الشرع الرجوع من المعصية الى الطاعة وهذا هو ماخذ الاستدلال

النبراس شرح شرح العقائد ص 227

ترجمہ: توبہ کا لغوی معنی ہے رجوع کرنا اور اصطلاح شریعت میں گناہ سے نیکی کی طرف لوٹنے کو توبہ کہتے ہیں یہاں استدلال اسی شرعی معنی سے ہے۔
یعنی گناہ صغیرہ تو نیک اعمال سے معاف ہوتے رہتے ہیں جبکہ گناہ کبیرہ کی معافی کے لئے توبہ شرط ہے، اس آیت کریمہ میں مرتکبین کبیرہ کو توبہ کا حکم ہے اور ان کو ایمان کے ساتھ خطاب بھی فرمایا ہے معلوم ہوا مرتکب کبیرہ مومن رہتا ہے۔

دلیل نمبر 4:

عن ابى ذرٍّ رضى الله عنه قال أتيت النبي صلى الله عليه وسلم وعليه ثوب أبيض وهو نائم ثم أتيتُهُ وَقَدْ اسْتَيْقَظَ فَقَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ عَلَى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ.

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 5827)

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت ایک سفید کپڑا تھا اور آپ آرام فرما رہے تھے۔ (اس وقت میں واپس چلا آیا لیکن پھر) میں دوبارہ حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بیدار ہو چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا (یعنی اللہ کی وحدانیت کا سچے دل سے اقرار کیا) اور پھر وہ اسی حالت میں وہ فوت ہوا تو وہ ضرور جنت میں داخل ہو گا۔ میں نے عرض کیا کہ اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے تب بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! چاہے وہ زنا کرے اور چوری کرے! میں نے دوبارہ عرض کیا کہ اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے تب بھی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: ہاں! چاہے وہ زنا کرے اور چوری کرے! میں نے تیسری بار عرض کیا کہ اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے تب بھی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! چاہے وہ زنا کرے اور چوری کرے! اگرچہ ابو ذر ناک رگڑتا رہے {تب بھی وہ جنت میں جائیں گے}۔

دلیل نمبر 5:

مرتکب کبیرہ کے مومن ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ 792ھ فرماتے ہیں۔

اجْتَمَاعُ الْأُمَّةِ مِنْ عَصْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى يَوْمِنَا هَذَا بِالصَّلَاةِ عَلَى مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِ الْقَبْلَةِ مِنْ غَيْرِ تَوْبَةٍ وَالِدُعَاءِ وَالِاسْتِغْفَارِ لَهُمْ مَعَ الْعِلْمِ بِأَرْكَانِهِمُ الْكِبَارِ بَعْدَ الْإِتِّفَاقِ عَلَى أَنَّ ذَلِكَ لَا يَجُوزُ لِغَيْرِ الْمُتَوَّصِينَ

شرح العقائد النسفية ص 281

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک سے لیکر آج تک امت اس بات پر متفق چلی آرہی ہے کہ جو اہل قبلہ {مسلمان} بغیر توبہ کے فوت ہو جائے اور لوگوں کو معلوم بھی ہو کہ وہ مرتکب کبیرہ تھابت بھی اس کا جنازہ ادا کرنا اور اس کے حق میں دعا اور استغفار کرنا جائز ہے۔ اور اس بات پر بھی امت کا اتفاق ہے کہ غیر مسلم کا نماز جنازہ ادا کرنا اور اس کی بخشش کی دعا کرنا درست نہیں۔

اشکال:

بعض نصوص سے مرتکب کبیرہ کا کافر ہونا معلوم ہوتا ہے۔

عن أنس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ترك الصلاة متعمدا فقد كفر

المعجم الاوسط طبرانی رقم الحديث 3348

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔

جواب 1:

جن نصوص میں ارتکاب کبیرہ کو کفر سے تعبیر کیا گیا ان سے مراد ایمان کامل کی نفی ہے کہ گناہ کے ارتکاب سے ثمرات و برکات کم ہو جاتی ہیں۔

امام ابو عبیدہ قاسم بن سلام ہروی رحمہ اللہ ص 224 ہ فرماتے ہیں:

ان المعاصي والذنوب لا تزيل إيماناً ولا توجب كفراً ولكنها إنما تنفي من الإيمان حقيقته وإخلاصه

الإيمان للقاسم بن سلام ص 33 باب الخروج من الإيمان بالمعاصي

ترجمہ: گناہ ایمان کو ختم نہیں کرتے اور نہ ہی گناہ کی وجہ سے انسان کافر ہوتا ہے ہاں البتہ ایمان کامل اور اخلاص میں کمی ہو جاتی ہے۔

جواب 2:

اس سے مراد یہ ہے کہ نماز چھوڑ کر اس نے کافروں والا کام کیا ہے۔

مثال: بڑے خاندان کا فرد، کسی بڑے آدمی کا بیٹا کوئی غلط کام کرے تو باپ سمجھاتے ہوئے کہتا ہے بیٹا تم نے یہ گھٹیا لوگوں والا کام کیا ہے۔

اہل قبلہ سے مراد:

لغوی اعتبار سے اہل قبلہ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کریں اور اصطلاح شریعت میں اہل قبلہ سے مراد ضروریات دین کو ماننے والے، اہل ایمان اہل اسلام ہیں۔

مولانا عبد العزیز پرہاروی رحمہ اللہ ص 1239 ہ فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ اللَّغَوِيُّ مَنْ يُصَلِّي إِلَى الْكُعْبَةِ أَوْ يَعْتَقِدُهَا قِبْلَةً وَفِي اصطلاح الْمُتَكَلِّمِينَ مَنْ يُصَدِّقُ بِضُرُورِيَّاتِ الدِّينِ أَيْ الْأُمُورِ الَّتِي عَلِمَ تَبَوُّثُهَا فِي الشَّرْعِ وَاشْتَعَاهُ فَتَنْ أَنْكَرَ شَيْئًا مِنَ الضَّرُورِيَّاتِ كَحُدُوثِ الْعَالَمِ وَحَشْرِ الْأَجْسَادِ وَعَلِمَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ بِالْجُزْئِيَّاتِ وَفَرْضِيَّةِ الصَّلَاةِ وَالصُّومِ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ وَلَوْ كَانَ مُجَاهِدًا فِي الطَّاعَاتِ وَكَذَا لِكَ مَنْ بَشَّرَ شَيْئًا مِنْ أَمَارَاتِ التَّكْذِيبِ كَسُجُودِ الصَّنَمِ وَالْهَانَةِ بِأَمْرِ شَرْعِيٍّ وَالِاسْتِهْزَاءِ عَلَيْهِ فَلَيْسَ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ وَمَعْنَى تَكْفِيرِ أَهْلِ الْقِبْلَةِ أَنْ لَا يُكْفَرَ بِأَرْكَانِ الْمَعَاصِي وَلَا بِانْكَارِ الْأُمُورِ الْخَفِيَّةِ غَيْرِ الْمَشْهُورَةِ

النبراس شرح شرح العقائد ص 341، 342

ترجمہ: لغت میں اہل قبلہ سے مراد وہ شخص ہے جو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے یا کعبہ کے قبلہ ہونے کا عقیدہ رکھے اور متکلمین کی اصطلاح میں اہل قبلہ اس شخص کو کہتے ہیں جو ضروریات دین یعنی ان چیزوں کی تصدیق کرے جن کا ثبوت شریعت میں یقینی ہے اگر کوئی شخص ضروریات دین مثلاً عالم کا حادث ہونا، قیامت کے دن جسموں کا دوبارہ اٹھنا، یہ نظریہ رکھنا کہ اللہ پاک کو جزئیات کا علم نہیں، نماز اور روزے کی فرضیت کا انکار کرنا ان میں سے کسی ایک کا انکار کر دے تو وہ اہل قبلہ نہیں ہو گا چاہے وہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے والا ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ایسا کام کرے جو تکذیب کی علامت ہو جیسے بتوں کو سجدہ کرنا، شریعت کے کسی معاملے کی اہانت کرنا اور اس کا مذاق اڑانا تو یہ شخص بھی اہل قبلہ نہ ہو گا۔ اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے اور غیر مشہور مخفی امور کے انکار کی وجہ سے اسے کافر نہیں کہا جائے گا۔

عدم تکفیر اہل قبلہ:

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی رحمہ اللہ 321ھ فرماتے ہیں:

وَلَا نَكْفُرُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ بِذَنْبٍ مَا لَمْ يَسْتَحِلَّهُ۔

عقیدہ طحاویہ مع الشرح ص 101

ترجمہ: ہم کسی اہل قبلہ کو گناہ کرنے کی وجہ سے کافر نہیں کہتے جب تک کہ وہ اس گناہ کو حلال نہ سمجھے۔

دین، مسلک، مذہب، منہج:

دین: منصوبات قطعیات کا نام ہے۔ جن کا انکار کفر ہے۔

مسلک: منصوبات ظنیات، کا نام ہے۔ جن کا انکار اہل السنۃ والجماعۃ سے خروج ہے۔

فائدہ:

منصوبات ظنیہ دو قسم کے ہیں:

1: ظنی الثبوت۔

2: ظنی الدلالت۔

مذہب: اجتہادیات کا نام ہے۔ جس میں ہر مذہب کے حق اور خطا ہونے کا احتمال ہوتا ہے اور اس میں دوسرے مذہب سے اختلاف کی پوری گنجائش موجود ہوتی ہے۔

منہج: طریقہ کار اور پالیسی، کا نام ہے۔

ہمارا دین اسلام ہے، ہمارا مسلک اہل السنۃ والجماعۃ ہے، ہمارا مذہب احناف ہے اور ہمارا منہج، دیوبند ہے۔

خلاف، شاذ، فرقہ باطلہ:

خلاف:

ایک مسئلہ پر اہل حق کے 100 افراد متفق ہیں، اب ان کے مقابلے میں نئی رائے پیش کرنا ”خلاف“ کہلاتا ہے۔ جیسے عقیدہ ختم نبوت کا انکار، حیات عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کرنا۔

شاذ:

ایک مسئلہ پر اہل حق کے 99 افراد متفق ہیں اور اس مسئلہ میں اہل حق کا ایک فرد اختلاف کرتا ہے تو ان میں 99 کو سواد اعظم اور ایک کو ”شاذ“ کہتے ہیں۔ جیسے حافظ ابن تیمیہ کا تین طلاقیں کو ایک کہنا، بعض اہل علم کا آٹھ رکعات تراویح کا قول کرنا۔ شاذ رائے کو گمراہ تو نہیں کہیں گے کیونکہ یہ اہل حق کے فرد کی رائے ہے اسے تفرّد کہیں لیکن اتباع شاذ کی نہیں بلکہ سواد اعظم کی کریں گے۔

ہاں اگر وہ فرد اپنی رائے کو حق کہہ کر دوسروں کی تضریل کرتا ہے تو اس فرد کو ضال اور مضل کہیں گے۔

فرقہ باطلہ:

اجماع کلی کے مقابلے میں ایک مسئلہ نہیں بلکہ کئی ایک مسائل پر مشتمل مستقل ایک گروہ بن جائے تو یہ ”فرقہ باطلہ“ کہلاتا ہے۔

جیسے قرآن کو مان کر حدیث کا انکار کر دینا، قرآن و حدیث مان کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا انکار کرنا، قرآن و حدیث مان کر فقہ، اجتہاد کا انکار کرنا۔

فائدہ 1:

کئی مسائل پر مشتمل گروہ کا نام فرقہ ہے جس کی دو قسمیں ہیں:

1: اگر وہ مسائل اہل سنت والجماعت کے ہیں تو فرقہ ناجیہ، اہل حق ہو گا۔

2: اگر وہ مسائل اہل سنت کے نہیں ہیں تو یہ فرقہ ضالہ ہو گا۔

فائدہ 2:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ حَذُّو النَّعْلَ بِالنَّعْلِ حَتَّىٰ إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَىٰ أُمَّةً عِلَانِيَةً لَّكَانَ فِي أُمَّةٍ مِّنْ يَّصْنَعُ ذَلِكَ وَإِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَىٰ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّةٌ عَلَىٰ ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوا وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي.

(جامع الترمذی: باب ماجاء فی افتراق الامّة)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میری امت کے ساتھ وہی صورت حال پیش آئے گی جو بنی اسرائیل کے ساتھ پیش آچکی ہے۔ یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ اعلانیہ بدکاری کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسا شخص ہو گا جو اس کا مرتکب ہو گا۔ مزید فرمایا: بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور ایک جماعت کو چھوڑ کر باقی سب فرقے جہنم میں جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! جنت میں جانے والی جماعت کون سی ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جو بات میری اور اس کا مطلب میرے صحابہ سے لیں گے۔

اس حدیث مبارک میں جو بہتر فرقے ہیں یہ فرق ضالہ ہیں۔

شرائط تکفیر:

کسی انسان کے غیر مسلم ہونے کا فتویٰ دینا ایک نازک اور اہم ترین مرحلہ ہے اور یہ افتاء کا ایک اہم جزء ہے اس لئے فتویٰ کفر دینے والے میں ان تمام شرائط کا پایا جانا ضروری ہے جو ایک مفتی کے لئے ضروری ہیں۔

شرائط مکفر:

امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت: 676ھ) نے مفتی کی یہ شرائط بیان کی ہیں:

1. كَوْنُهُ مُكَلِّفًا: عاقل و بالغ ہو، (شریعت کے احکام کا مکلف ہو، نابالغ اور مجنون نہ ہو)

2. مُسْلِمًا: مسلمان ہو،
3. ثِقَةً: ثقہ ہو،
4. مَأْمُونًا: با اعتماد ہو،
5. مُتَنَزِّهًا عَنْ أَسْبَابِ الْفُسْقِ: اسباب فسق سے بچنے والا ہو،
6. وَخَوَارِمِ الْمَرْوَةِ: خلاف مروّت امور سے بچنے والا ہو،
7. فَقِيَّةُ النَّفْسِ: فقہی ذوق کا حامل ہو،
8. سَلِيمَ الدِّهْنِ: ذکاوت و فطانت والا ہو،
9. رَصِينُ الْفِكْرِ: پختہ رائے والا ہو،
10. صَحِيحُ التَّصَرُّفِ وَالْإِسْتِنْبَاطِ: دلائل کی تہہ میں چھپے مسائل نکالنے کا درست ملکہ رکھتا ہو،
11. مُتَيَقِّظًا: بیدار مغز ہو،
12. سَوَاءٌ فِيهِ الْحُرُّ: خواہ وہ آزاد ہو،
13. وَالْعَبْدُ: خواہ غلام ہو،
14. وَالْمَرْأَةُ: خواہ عورت ہو،
15. وَالْأَعْمَى: خواہ نابینا ہو،
16. وَالْآخِرُسُ إِذَا كَتَبَ أَوْ فَهِمَتْ إِشَارَتَهُ: گونگا بھی فتویٰ دے سکتا ہے جب کہ وہ لکھ کر دے یا اشارے سے فتویٰ دے اور اس کا اشارہ سمجھ آ سکتا ہو۔
(مقدمۃ المجموع شرح المہذب: 1/469)

عرف کو جاننا:

کفر کا فتویٰ دینے والے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عرف، سوسائٹی اور معاشرہ کو جانتا ہو۔ بسا اوقات کوئی جملہ شریعت کی نظر میں بہت خطرناک ہوتا ہے لیکن عرف اور ماحول میں وہ لفظ کسی اور مقصد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ عرف کی وجہ سے احکام بدل جاتے ہیں۔
امام نظام الدین ابراہیم بن اسحاق الشاشی رحمہ اللہ 325ھ لکھتے ہیں:
لو أن قوماً يعدون التأفيف كرامة لا يحرم عليهم تأفيف الأبوين

اصول الشاشی ص 71

ترجمہ: اگر کسی علاقہ کے لوگ لفظ ”اف“ کو بطور اعزاز کے استعمال کرتے ہوں تو ان کے لئے والدین کو اف کہنا حرام نہیں ہوگا۔

مثال:

ہمارا عقیدہ ہے کہ مخلوقات میں سے انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں۔
امام اعظم امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ 150ھ فرماتے ہیں:
وَالْأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كُلُّهُمْ مُتَوَكِّفُونَ عَنِ الصَّغَائِرِ وَالْكِبَائِرِ وَالْكَفْرِ وَالْقَبَائِحِ.

(الفقہ الاکبر: ص 3)

ترجمہ: سارے انبیاء علیہم السلام صغیرہ، کبیرہ گناہوں اور کفر اور بے ہودہ کاموں سے پاک ہوتے ہیں۔
اور ہمارا عقیدہ ہے کہ مخلوقات میں سے ملائکہ معصوم ہیں۔

امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی رحمہ اللہ ت 604ھ فرماتے ہیں:

لَا تُؤْتِي تَعَالَى وَصَفَ الْمَلَائِكَةِ بِتَزَكِّي الدُّنْبِ فَقَالَ: --- ﴿لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾

(التفسير الكبير للرازي: ج 3 ص 9 تحت تفسير سورة البقرة. آیت: فَأَزَلَّ هُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا الْخ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ گناہ نہیں کرتے ارشاد باری تعالیٰ ہے فرشتے اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی نہیں کرتے بلکہ جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

اگر کوئی انبیاء کرام علیہم السلام اور ملائکہ کے علاوہ کسی اور کو معصوم مانے اور غیر نبی کو نبی کے برابر درجہ دے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ لیکن ہمارے عرف میں چھوٹے بچوں کو معصوم کہہ دیا جاتا ہے۔

چونکہ کہنے والے اس کا معنی شرعی مراد نہیں لیتے بلکہ معنی عرفی (سادہ، بھولا بھالا، نا سمجھ) مراد لیتے ہیں اس لیے بچوں کو معصوم کہنے والے کافر نہیں ہوتے۔
شرائط مکفر:

جس شخص پر کفر کا فتویٰ لگایا جا رہا ہے ضروری ہے کہ اس کی بات یا عمل میں موانع کفر موجود نہ ہوں۔ موانع کفر تفصیل سے گزر چکے ہیں یہاں اجمالاً انہیں ذکر کیا جاتا ہے۔

1: احتمال:

اگر کوئی مومن ایسا جملہ یا کلمہ کہدے جس میں کئی احتمال ہوں ان میں اکثر کفریہ اور کوئی ایک ایمان کا ہو تو اس کے بارے اچھا گمان رکھتے ہوئے اس کے قول میں تاویل کر کے اسے کفر سے بچانے کی کوشش کی جائے گی۔

2: سبقت لسانی:

اگر کسی انسان کی زبان اس کے کنٹرول میں نہ ہو اور غیر اختیاری طور پر اس کی زبان سے کفریہ کلمہ نکل جائے تو وہ کافر نہ ہوگا۔

3: اکراہ:

اگر کسی بندے کو کفریہ کلمہ کہنے پر مجبور کیا جائے کہ فلاں کلمہ کہو ورنہ جان سے مار دیں گے اور وہ کفریہ کلمہ کہدے تو کافر نہیں ہوگا۔

4: لزوم کفر:

اگر کوئی شخص ایسی بات کہے جو موجب کفر نہ ہو لیکن اس سے کفر لازم آ رہا ہو تو محض لزوم کفر سے قائل کافر نہ ہوگا جب تک وہ کفر کا التزام نہ کرے ہاں اگر لزوم کفر یقینی اور بالکل واضح ہو تو پھر یہ بھی کفر ہوگا۔

5: عدم ارادہ:

اگر کسی شخص کے دل میں ایمان موجود ہو اور وہ کسی دینی ضرورت کی وجہ سے زبان سے کفریہ کلمہ کہدے تو وہ کافر نہیں ہوگا۔

6: تاویل صحیح:

اگر قائل اپنے قول کی ایسی تاویل کرتا ہے جو نصوص کے منافی نہیں ہے تو اسے فتویٰ کفر سے بچایا جائے گا۔

تکفیر کے اسباب:

اختصار کے ساتھ چند ایسے اسباب ذکر کئے جاتے ہیں جن کی وجہ سے بندہ ایمان سے محروم ہو جاتا ہے۔

1: انکار:

اگر کوئی آدمی ضروریات دین میں سے کسی کا صراحتاً انکار کر دے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ لکھتے ہیں:

وَرَدُّ النُّصُوصِ بِأَنْ يُنْكَرَ الْأَحْكَامَ الَّتِي دَلَّتْ عَلَيْهَا النُّصُوصُ الْقَطْعِيَّةُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ كَحَشْرِ الْأَجْسَادِ مَثَلًا كُفْرٌ

شرح العقائد النسفية ص 388

ترجمہ: نصوص کو اس طرح نظر انداز کرنا کہ جن احکام کے بارے نصوص قطعیہ موجود ہیں ان احکام کا انکار کر دیا جائے تو یہ کفر ہے جیسے قیامت کے دن جسموں کے دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرنا۔

2: استحلال:

جن امور کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے تو ان کا ارتکاب معصیت ہے اور انہیں حلال سمجھنا کفر ہے بشرطیکہ حلال سمجھنے والے کو معلوم ہو کہ یہ چیز حرام ہے اور اس چیز کی حرمت قطعی الثبوت قطعی الدلالت ہو۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ لکھتے ہیں:

وَالْإِسْتِحْلَالُ كُفْرٌ لِمَا فِيهِ مِنَ التَّكْذِيبِ الْمُنَافِي لِلتَّصَدِيقِ

شرح العقائد النسفية ص 289

ترجمہ: گناہ کو حلال سمجھنا کفر ہے کیونکہ یہ تصدیق کے منافی اور تکذیب کی نشانی ہے۔

3: استخفاف:

استخفاف کا مطلب ہے کسی چیز کو معمولی، حقیر سمجھنا، اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

1: جن چیزوں کو شریعت مطہرہ نے عزت و احترام بخشا ہے جیسے قرآن کریم ان چیزوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا، ان کی توہین و تذلیل کرنا استخفاف کہلاتا ہے جو کفر ہے۔

2: شریعت کی حرام کردہ چیزوں کی حرمت کو معمولی سمجھنا، وعیدوں کو اہمیت نہ دینا یہ بھی استخفاف ہے جو کفر ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ لکھتے ہیں:

نَعَمْ إِذَا كَانَ بِطَرِيقِ الْإِسْتِخْفَافِ كَانَ كُفْرًا لِكَوْنِهِ عَلَامَةً لِلتَّكْذِيبِ

شرح العقائد النسفية ص 277

ترجمہ: اگر کسی گناہ کو حلال سمجھ کر کیا جائے یا اس کو معمولی سمجھا جائے تو یہ کفر ہے اس لئے کہ یہ تکذیب کی علامت ہے۔

4: استہزاء:

استہزاء کا مطلب ہے شرعی احکام کا مذاق اڑانا۔

امام ابو بکر احمد بن علی الجصاص الرازی رحمہ اللہ ت 370ھ لکھتے ہیں:

ان الاستهزاء بآيات الله وبشيء من شرائع دينه كفر

احکام القرآن جصاص سورة التوبة آیت 66، 65

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی آیات کا اور دین کے کسی حکم کا استہزاء کفر ہے۔

فائدہ:

کسی سے دل لگی کرنے کے لئے تین لفظ استعمال ہوتے ہیں۔

1: مزاح۔

2: مذاق۔

3: استہزاء۔

مزاح:

ایسی دل لگی جس سے دوسرے کی تحقیر مقصود نہ ہو اور تحقیر نظر بھی نہ آئے۔

مثال:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا اسْتَحْمَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي حَامِلُكَ عَلَى وَلَدٍ نَاقَةٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا أَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ؟ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهَلْ تَلِدُ إِلَّا الْإِبِلَ إِلَّا التَّوْقُ

شامل ترمذی باب ما جاء في صفة مزاح رسول الله صلى الله عليه وسلم

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کے لیے جانور طلب کیا تو آپ نے فرمایا: تمہیں اونٹنی کا بچہ دیں گے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ حضرت! میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا؟ تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑا اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

مذاق:

ایسی دل لگی جس سے تحقیر مقصود نہ ہو لیکن تحقیر نظر آئے۔

استہزاء:

ایسی دل لگی جس سے مقصود دوسرے کی تحقیر و تذلیل ہو۔

5 تاویل باطل:

کسی نص یا قطعی عقیدہ میں ایسی تاویل کرنا جو دیگر نصوص قطعیہ، اجماعی عقیدہ کے خلاف ہو یہ کفر ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ت 1176ھ لکھتے ہیں:

وتأويل يصادم ما ثبت بقاطع فذاك الزندقه

المسوى اشرح الموطا ج 2 ص 130

ترجمہ: ایسی تاویل جو کسی ایسے عقیدے یا مسئلے کے خلاف ہو جو دلیل قطعی سے ثابت ہے ایسی تاویل زندقہ و کفر ہے۔

فائدہ: عقائد کے بارے میں تاویل کو کافی اہمیت حاصل ہے اس لئے اس بارے چند باتیں تحریر کی جاتی ہیں۔

تاویل کا لغوی معنی:

سید علی بن محمد بن علی الجرجانی رحمہ اللہ ت 816ھ لکھتے ہیں:

ترجمہ: تاویل کا اصلی اور لغوی معنی ہے لوٹانا۔

تاویل کا اصطلاحی معنی:

علامہ علی بن محمد الآمدی رحمہ اللہ ت 631ھ لکھتے ہیں:

هو حمل اللفظ على غير مدلوله الظاهر منه مع احتماله له

الاحكام في اصول الاحكام ج 3 ص 59

ترجمہ: تاویل کہتے ہیں لفظ کا ظاہری معنی چھوڑ کر کوئی اور معنی مراد لینا بشرطیکہ لفظ اس معنی کا احتمال رکھتا ہو۔

تاویل کی قسمیں:

تاویل کی دو قسمیں ہیں؛

1: کسی نص کا ایسا معنی مراد لینا جو دیگر نصوص اور اجماع امت کے خلاف بھی نہ ہو اور نص میں اس معنی کا احتمال بھی ہو یہ تاویل جائز و مقبول ہے۔

علامہ علی بن محمد الآمدی رحمہ اللہ ت 631ھ لکھتے ہیں:

وأما التأويل المقبول الصحيح فهو حمل اللفظ على غير مدلوله الظاهر منه مع احتماله له بدليل يعضده

الاحكام في اصول الاحكام ج 3 ص 59

ترجمہ: جائز اور مقبول تاویل وہ ہے جس میں لفظ کا ظاہری معنی چھوڑ کر دوسرا ایسا معنی مراد لیا جائے جس معنی کا یہ لفظ احتمال بھی رکھتا ہو اور اس معنی کی تائید میں کوئی دلیل بھی موجود ہو۔

سید علی بن محمد بن علی الجرجانی رحمہ اللہ ت 816ھ جائز تاویل کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

صرف اللفظ عن معناه الظاهر إلى معنى يحتمله إذا كان المحتمل الذي يراه موافقا للكتاب والسنة

ترجمہ: لفظ کا ظاہری معنی و مفہوم مراد لینے کی بجائے ایسا معنی مراد لینا جس کا یہ لفظ احتمال بھی رکھتا ہو اور دوسرا محتمل معنی قرآن و سنت کے موافق ہو۔

مثال:

سید علی بن محمد بن علی الجرجانی رحمہ اللہ ت 816ھ لکھتے ہیں:

مثل قوله تعالى يخرج الحي من الميت ان أراد به إخراج الطير من البيضة كان تفسيراً وإن أراد به إخراج المؤمن من الكافر أو العالم من الجاهل كان تأويلاً

ترجمہ: يخرج الحي من الميت میں زندہ سے مراد پرندہ مردہ سے مراد انڈا یہ حقیقی معنی ہے اور زندہ سے مراد مومن یا عالم اور مردہ سے مراد کافر یا جاہل تاویلی معنی ہے۔

2: نص کا ایسا معنی مراد لینا جو دیگر نصوص کے خلاف ہو اور نص اس معنی کا احتمال بھی نہ رکھتی ہو یہ تاویل ناجائز ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ت 1176ھ لکھتے ہیں:

ترجمہ: ایسی تاویل جو کسی ایسے عقیدے یا مسئلے کے خلاف ہو جو دلیل قطعی سے ثابت ہے ایسی تاویل زندقہ و کفر ہے۔

مثال:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ت 1176ھ اس کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ان النبی ﷺ خاتم النبوة ولكن معنى هذا الكلام انه لا يجوز ان يسلم بعدة احد بالنبي۔

ترجمہ: کوئی شخص یہ کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا معنی {آخری نہیں بلکہ} یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کا نام ”نبی“ رکھنا جائز نہیں۔ {تو یہ شخص زندیق ہے}

شرائط تاویل:

1: لغوی اور اصلی معنی مراد لینا متعذر ہو:

مثال:

قرآن کریم کی وہ آیات جن میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے وہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو مخلوق کے لئے بطور عضو استعمال ہوتے ہیں مثلاً عین، ساق وغیرہ اب یہاں ان کا ظاہری معنی مراد لینا متعذر ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے جسم ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے یا تو اسے تنشابہ قرار دیں گے اور تاویل نہیں کریں گے۔ اور یا اس میں مناسب تاویل کرتے ہوئے ایسا معنی کریں گے جو اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات کے مخالف نہیں ہوگا۔ مثلاً عین کا معنی قدرت، عین کا معنی حفاظت اور ساق کا معنی شدت ہے۔

امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید المعروف ابن الہام رحمہ اللہ ت 861ھ فرماتے ہیں:

”هَذَا التَّأْوِيلُ لِهَذِهِ الْأَفْظَانِ لِمَا ذَكَرْنَا مِنْ صَرْفِ فَهْمِ الْعَامَّةِ عَنِ الْجَسَمِيَّةِ وَهُوَ يُمَكِّنُ أَنْ يُرَادَ وَلَا يُجْزَمُ بِإِرَادَتِهِ“

(المسایرة مع المسامرة لابن الہام ص 48 الاصل الثامن)

ترجمہ: ان الفاظ کی یہ تاویل جو ہم نے ذکر کی ہے، عوام کی فہم کو ”عقیدہ جسمیت“ سے بچانے کے لئے ہے اور یہ ممکن ہے کہ (ان الفاظ کا تاویلی معنی) مراد لیا جائے اور اس پر جزم (یقین) نہ کیا جائے۔

2: ظاہری معنی کے خلاف دلیل یقینی موجود ہو:

مولانا عبد العزیز پراڈوی رحمہ اللہ ت 1239ھ لکھتے ہیں:

قوله تحمل على ظواهرها اى على المعانى الظاهرة بحسب الوضع اللغوى المشهور فى اهل الاسلام قوله مالم يصرف عنها دليل قطعى من برهان عقلى او اجماع او نص قاطع

ترجمہ: نصوص کو ان کے ظاہری معانی پر محمول کیا جائے اور ظاہری معنی سے مراد وہ معنی ہے جو اہل اسلام میں مشہور ہے، ہاں جب ظاہری معنی کے خلاف دلیل قطعی یعنی عقلی قطعی دلیل یا اجماع یا نص موجود ہو تو ظاہری معنی ترک کیا جائے گا۔

دلیل عقلی کی مثال:

(سورۃ طہ: 5)

ترجمہ: رحمان عرش پر مستوی ہوا۔

اس آیت سے بظاہر اللہ پاک کا حقیقتاً عرش پر ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ معنی مراد لینا مشکل ہے اس لئے کہ اس کے خلاف عقلی دلیل موجود ہے وہ یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کو عرش پر حقیقتاً مانیں تو حقیقی وجود کے ساتھ کسی چیز پر ہونا یہ خاصیت جسم کی ہے اور اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہیں کیونکہ ہر جسم مرکب ہوتا ہے اور ہر مرکب حادث ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ قدیم ہیں۔

اس لئے اس میں مناسب تاویل کریں گے چنانچہ ہم کہتے ہیں یہاں استواء علی العرش سے مراد اللہ تعالیٰ کا عرش پر غالب ہونا ہے، امیر المومنین فی الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ ت 256ھ فرماتے ہیں:

وَقَالَ مُجَاهِدٌ {اسْتَوَى} عَلَا عَلَى الْعَرْشِ

(صحیح بخاری: کتاب التوحید، باب دکان عرشہ علی الماء)۔

ترجمہ: حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں استواء علی العرش کا معنی اللہ تعالیٰ کا عرش پر غالب ہونا ہے۔

اجماع کی مثال:

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أََمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

سورۃ البقرہ: آیت 28

ترجمہ: تم اللہ کا کیسے انکار کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے اللہ نے تمہیں زندگی دی پھر تمہیں موت دے گا پھر حیات دے گا پھر تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اس آیت سے بظاہر دو موتیں ثابت ہوتی ہیں ایک موت دنیا میں آنے سے پہلے اور دوسری دنیوی زندگی مکمل ہونے کے بعد اور اس آیت سے بظاہر دو حیاتیں ثابت ہوتی ہیں ایک دنیا والی اور دوسری آخرت والی۔ بظاہر اس آیت میں قبر کی حیات کی نفی ہوتی ہے اس لئے کہ اگر قبر کی زندگی مانی جائے تو زندگیاں تین بن جاتی ہیں۔

لیکن یہ معنی وہ ہے اجماع امت کے خلاف ہے۔

سلطان المحدثین نور الدین علی بن سلطان المعروف ملا علی قاری ت 1014ھ فرماتے ہیں

وَأَعْلَمُ أَنَّ أَهْلَ الْحَقِّ اتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ اللَّهَ يَخْلُقُ فِي الْمَيِّتِ نَوْعَ حَيَاةٍ فِي الْقَبْرِ قَدْ رَمَّا يَتَأَلَّمُ وَيَتَلَذَّذُ

شرح الفقہ الاکبر ص 121

ترجمہ: اہل حق کا اس بات پہ اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ مرنے والے کو اتنی حیات عطا فرماتی ہے کہ اگر نیک ہو تو ثواب اور اگر بدکار ہو تو عذاب کو محسوس کرتا ہے۔ اس لئے اس آیت میں مناسب تاویل کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں:

اہل السنۃ والجماعت کا عقیدہ یہ ہے ایسی زندگی جس میں حیات کے آثار نظر آئیں اور وہ حیات کامل اور مستقل ہو وہ دو ہیں ایک دنیا کی دوسری آخرت کی۔ رہی قبر کی زندگی تو یہ آخرت کی زندگی کا مقدمہ ہے اور یہ ایسی مخفی حیات ہے جو کامل نہیں بلکہ نوع من الحیاۃ ہے جس میں میت یا اجزاء میت سے روح کا صرف اتنا تعلق رہتا ہے جس سے میت ثواب یا عذاب کو محسوس کرتی ہے۔ قبر کی زندگی کوئی مستقل زندگی نہیں جس طرح ماں کے پیٹ میں ملنے والی زندگی مستقل نہیں بلکہ دنیاوی زندگی کا مقدمہ ہے۔ ان آیات میں کلی اور ظاہری حیاتوں کا تذکرہ ہے۔

نص کی مثال:

وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيُّمَا تُولَّوْا فِئْتَمَّ وَجْهُ اللَّهِ

(سورة البقرة: 115)

ترجمہ: مشرق و مغرب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، تم جس طرف رخ کرو ادھر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔
اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ”وجہ“ کا لفظ استعمال ہوا جس کا ظاہری اور اصلی معنی چہرہ ہے لیکن یہ معنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مراد لینا درست نہیں اس لئے کہ یہ معنی نصوص کے خلاف ہے۔

اللَّهُ الصَّبَدُ

(سورة اخلاص: 2)

ترجمہ: اللہ بے نیاز ہے۔

امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمہ اللہ ت 710ھ فرماتے ہیں:

[الَّذِي لَا يَخْتَلِجُ إِلَى أَحَدٍ وَلَا يَخْتَلِجُ إِلَيْهِ كُلُّ أَحَدٍ]

(تفسير المدا رك للامام النسفی ج 2 ص 842 تحت قوله تعالى: الله الصمد)

ترجمہ: صمد کہتے ہیں جو کسی کا محتاج نہ ہو اور سارے اس کے محتاج ہوں۔

اللہ تعالیٰ موجود ہونے میں جسم کے، سننے میں کان کے، دیکھنے میں آنکھ کے اور پکڑنے میں ہاتھ کے محتاج نہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ جسم اور اعضاء جسم سے پاک ہیں۔

اس لئے اس آیت کا ظاہری معنی مراد لینے کی بجائے اس میں مناسب تاویل کریں گے کہ یہاں ”وجہ“ کا معنی چہرہ نہیں بلکہ ”ذات“ ہے۔

3: لفظ میں تاویل کا احتمال ہو:

حقیقی معنی کے ساتھ ساتھ دوسرا معنی اس وقت مراد لیا جاسکتا ہے جب لفظ اس معنی کا احتمال رکھتا ہو۔

علامہ علی بن محمد الآمدی رحمہ اللہ ت 631ھ لکھتے ہیں:

وأما التأويل المقبول الصحيح فهو حمل اللفظ على غير مدلوله الظاهر منه مع احتمال له بدليل يعضده

الاحكام في اصول الاحكام ج 3 ص 59

ترجمہ: جائز اور مقبول تاویل وہ ہے جس میں لفظ کا ظاہری معنی چھوڑ کر دوسرا ایسا معنی مراد لیا جائے جس کا یہ لفظ احتمال بھی رکھتا ہو اور اس معنی کی تائید میں کوئی دلیل بھی موجود ہو۔

مثال:

سید علی بن محمد بن علی الجرجانی رحمہ اللہ ت 816ھ لکھتے ہیں:

مثل قوله تعالى يخرج الحي من الميت ان أراد به إخراج الطير من البيضة كان تفسيراً وإن أراد به إخراج المؤمن من الكافر أو العالم من الجاهل كان تأويلاً

التعريفات باب التاء

ترجمہ: يخرج الحي من الميت میں زندہ سے مراد پرندہ مردہ سے مراد انڈا یہ حقیقی معنی ہے اور زندہ سے مراد مومن یا عالم اور مردہ سے مراد کافر یا جاہل تاویلی معنی ہے۔

4: موول اہل ہو:

یعنی تاویل کرنے والا قرآن کریم، حدیث مبارک اور عربی لغت، زبان کے محاورات سے واقف ہو۔

علامہ علی بن محمد الآمدی رحمہ اللہ ت 631ھ لکھتے ہیں:

وشروطه أن يكون الناظر المتأول أهلاً لذلك

الاحكام في اصول الاحكام ج 3 ص 60

ترجمہ: تاویل کے جائز ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ کتاب و سنت کو دیکھنے والا اور تاویل کرنے والا تاویل کا اہل ہو۔

5: تاویل ضروریات دین میں نہ ہو:

دین کے وہ بنیادی عقائد و احکام جو ہر کسی کو معلوم ہوں اور ان کا معنی و مفہوم متواتر ہو تو اس میں تاویل کرنا درست نہیں۔

خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان التصرف في ضروریات الدین والتاویل فیہا وتحویلہا الی غیر ما كانت علیہ واخر اجہا عن صورة ما تواترت علیہ کفر

اکفار المحدثین ص 73

ترجمہ: ضروریات دین میں بے جا تصرف کرنا اور ایسی تاویل کرنا بھی کفر ہے جس تاویل کے بعد اس عقیدہ کی اصل صورت باقی نہ رہے اور اس عقیدہ کا جو مطلب امت تو اتر سے سمجھتی آرہی تھی وہ ختم ہو جائے۔

مثال:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے اب کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مان کر اس میں ظلی، بروزی، تشریعی وغیرہ تشریعی کی تاویل کر کے کسی قسم کی نئی نبوت کا عقیدہ رکھتا ہے تو وہ کافر ہوگا۔

چند کتب:

اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد اور اصول عقائد کو پڑھنے، معلوم کرنے اور سمجھنے کے لئے ان کتب کا مطالعہ انتہائی مفید رہے گا۔

1. الفقه الاکبر۔ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ ت 150ھ۔

{شرح الفقه الاکبر۔ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھسن}

2. عقیدہ طحاویہ۔ امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ طحاوی رحمہ اللہ ت 321ھ۔

{شرح عقیدہ طحاویہ۔ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھسن}

3. شرح العقائد النسفیہ۔ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ۔

4. شرح الفقه الاکبر۔ امام علی بن سلطان بن محمد ہروی المعروف ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ ت 1014ھ۔

5. العقیدۃ الحسنیۃ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ت 1176ھ۔

6. المہند علی المفند۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ ت 1348ھ۔

{حاشیہ المہند علی المفند۔ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھسن}

7. اکفار المحدثین۔ خاتم المحدثین حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ ت 1352ھ۔

8. عقائد الاسلام۔ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ ت 1394ھ۔

9. جواهر الفقه جلد اول۔ مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندی رحمہ اللہ ت 1396ھ۔

10. کتاب العقائد۔ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھسن۔